عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ کا ترجمان

ہفت روزہ ختم نبوۃ

INTERNATIONAL URDU WEEKLY KHATM-E-NUBUWWAT KARACHI PAKISTAN

جلد: ۲۵ | ۱۳ تا ۲۰/ رجب المرجب ۱۴۲۷ھ مطابق ۸ تا ۱۵/ اگست ۲۰۰۶ء | شمارہ: ۳۰

قیمت [illegible] روپے

سیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر علمائے دیوبند کی خدمات

مدارس دینیہ میں عصری علوم

کتنے مفید، کتنے مضر؟

خلق خدا کے ساتھ حسن سلوک

عراق میں شکست مگر کس کی؟

Email: editorkn@yahoo.com

Website: http://www.khatme-nubuwwat.org
http://www.khatm-e-nubuwwat.com

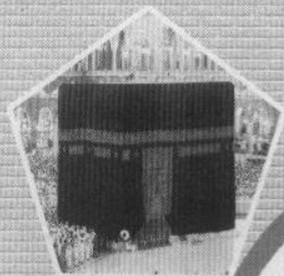

شہیدِ اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمہ اللہ

آپ کے مسائل

توہین رسالت کا مرتکب واجب القتل ہے:

س:...... اگر اسلامی حکومت میں رہنے والا کافر، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو نعوذ باللہ گالی دے تو کیا اس کا ذمہ نہیں ٹوٹتا؟

حدیث میں ہے کہ جو ذمی اللہ کے رسول کو گالی دے، اس کا ذمہ ٹوٹ جاتا ہے، وہ واجب القتل ہے۔

ج:...... فقہ حنفی میں فتویٰ اس پر ہے کہ جو شخص اعلانیہ گستاخی کرے وہ واجب القتل ہے۔ درمختار اور شامی میں اس کا واجب القتل ہونا نہایت تفصیل سے ذکر کیا گیا ہے اور خود شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہؒ (جن کو غیرمقلد اپنا امام مانتے ہیں) کی کتاب ''الصارم المسلول''، میں بھی حنفیہ سے اس کا واجب القتل ہونا نقل کیا ہے۔

علامہ ابن عابدین شامیؒ نے اس موضوع پر مستقل رسالہ لکھا ہے، جس کا نام ہے:

''تنبیہ الولاۃ والحکام علی احکام شاتم خیر الانام او احدا صحابہ الکرام علیہ و علیہم الصلوۃ والسلام''۔

یہ رسالہ مجموعہ رسائل ابن عابدین میں شائع ہو چکا ہے۔ الغرض ایسے گستاخ کا واجب القتل ہونا تمام ائمہ کے نزدیک متفق علیہ ہے۔

اور یہ جو بحث کی جاتی ہے کہ اس سے عہد ذمہ ٹوٹ جاتا ہے یا نہیں؟ یہ محض ایک نظریاتی بحث ہے۔ حنفیہ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کفر ہے اور کافر وہ پہلے ہی سے ہے، لہٰذا اس سے ذمہ نہیں ٹوٹے گا، مگر اس کی یہ حرکت موجب قتل ہے۔

اور دوسرے حضرات فرماتے ہیں کہ یہ شخص ذمی نہیں رہا، حربی بن گیا، لہٰذا واجب القتل ہے۔

پس نتیجہ بحث دونوں صورتوں میں ایک ہی نکلا۔ نظریاتی بحث صرف توجیہ و تعلیل میں اختلاف کی رہی۔ حدیث میں بھی اس کے واجب القتل ہونے ہی کو ذکر فرمایا گیا، اس کے ذمہ ٹوٹنے کو نہیں۔ اس لئے یہ حدیث حنفیہ کے خلاف نہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تصغیر کا صیغہ استعمال کرنا بھی کفر ہے:

س:...... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں گستاخی کرنے کے باوجود بھی کیا کوئی مسلمان رہ سکتا ہے؟

ج:...... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک کی توہین بھی کفر ہے۔ فقہ کی کتابوں میں مسئلہ لکھا ہے کہ اگر کسی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے مبارک کے لئے تصغیر کا صیغہ استعمال کیا، تو وہ بھی کافر ہو جائے گا۔

ہفت روزہ ختم نبوۃ

جلد:۲۵ شمارہ:۳۰ ۱۳تا۲۰/رجب المرجب ۱۴۲۷ھ مطابق ۸تا۱۵/اگست ۲۰۰۶ء

بیاد

امیرِ شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ
خطیبِ پاکستان قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ
مجاہدِ اسلام حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ
مناظرِ اسلام حضرت مولانا لال حسین اخترؒ
محدث العصر مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ
فاتح قادیان حضرت اقدس مولانا محمد حیاتؒ
مجاہدِ ختم نبوت حضرت مولانا تاج محمودؒ
حضرت مولانا محمد شریف جالندھریؒ
جانشین حضرت بنوری حضرت مولانا مفتی احمد الرحمنؒ
شہیدِ اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ
مبلغِ اسلام حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ
شہیدِ ختم نبوت حضرت مفتی محمد جمیل خانؒ

سرپرست

حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب دامت برکاتہم
حضرت مولانا سید نفیس الحسینی صاحب دامت برکاتہم

مدیر اعلیٰ
مولانا عزیز الرحمن جالندھری

نائب مدیر اعلیٰ
مولانا محمد اکرم طوفانی

مدیر
مولانا اللہ وسایا

مجلس ادارت

- مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر
- مولانا سعید احمد جلالپوری
- علامہ احمد میاں حمادی
- صاحبزادہ مولانا عزیز احمد
- صاحبزادہ طارق محمود
- مولانا بشیر احمد
- مولانا محمد اسمٰعیل شجاع آبادی
- مولانا قاضی احسان احمد

سرکولیشن منیجر: محمد انور رانا
کمپوزنگ: محمد فیصل عرفان

قانونی مشیر:
حشمت علی حبیب ایڈووکیٹ
منظور احمد میؤ ایڈووکیٹ

اس شمارے میں

تحفظ ناموس رسالت کیلئے مظاہرہ مسلمان نوجوان کوسزا	اداریہ	۴
سیرت رسولؐ پر علمائے دیوبند کی خدمات	مولانا شاہد عادل قاسمی	۵
شب بیداری اور قیام لیل	مولانا اسجد قاسمی ندوی	۱۰
عراق میں شکست......مگر کس کی؟	مولانا نور عالم خلیل امینی	۱۲
مدارس اسلامیہ میں عصری علوم	مولانا اشرف علی اعظمی	۱۷
خلق خدا کے ساتھ حسن سلوک	مولانا ضیاء الدین قاسمی	۲۱

زرتعاون بیرون ملک: امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا: ۹۰ ڈالر۔
یورپ، افریقہ: ۷۰ ڈال۔ سعودی عرب، متحدہ عرب امارات،
بھارت، مشرقِ وسطیٰ، ایشیائی ممالک: ۶۰ امریکی ڈالر
زرتعاون اندرونِ ملک: فی شمارہ: ۷ روپے۔ ششماہی: ۱۷۵ روپے۔ سالانہ: ۳۵۰ روپے
چیک۔ ڈرافٹ بنام ہفت روزہ ختم نبوت۔ اکاؤنٹ نمبر 8-363 اور
اکاؤنٹ نمبر 2-927 الائیڈ بینک بنوری ٹاؤن برانچ کراچی پاکستان ارسال کریں

رابطہ دفتر: جامع مسجد باب الرحمت (ٹرسٹ)
ایم اے جناح روڈ کراچی۔ فون: ۲۷۸۰۳۳۷ فیکس: ۲۷۸۰۳۴۰
Jama Masjid Bab-ur-Rehmat(Trust)
Old Numaish M.A.Jinnah Road.Karachi.
Ph: 2780337 Fax: 2780340

مرکزی دفتر: حضوری باغ روڈ، ملتان
فون: ۴۵۱۴۱۲۲-۴۵۸۳۴۸۶ فیکس: ۴۵۴۲۲۷۷
Hazori Bagh Road, Multan
Ph: 4583486-4514122 Fax: 4542277

لندن آفس:
35,Stockwell Green,
London, SW9 9HZ U.k.
Ph: 0207-737-8199

ناشر: عزیز الرحمن جالندھری طابع: سید شاہد حسین مطبع: القادر پرنٹنگ پریس مقام اشاعت: جامع مسجد باب الرحمت ایم اے جناح روڈ کراچی

اداریہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تحفظ ناموس رسالت کے لئے مظاہرہ‘ مسلمان نوجوان کو سزا

قارئین کرام گزشتہ کئی شماروں میں توہین رسالت کے ملزم منور احمد کو دی جانے والی بے جا رعایت کی خبریں اور ان پر تبصرے پڑھ چکے ہیں‘ جبکہ اس سے قبل توہین رسالت کے ملزمان کی رہائی اور جرمنی روانگی‘ قادیانیوں کے خلاف جرائم میں ملوث ہونے کا الزام ثابت ہونے کے باوجود ان کی پشت پناہی‘ توہین رسالت کے مقدمات درج کرنے میں رخنہ اندازی اور اس قانون کے طریقہ کار میں تبدیلی کر کے ملزمان کو تحفظ و رعایت فراہم کرنے کی اطلاعات بھی کسی سے ڈھکی چھپی نہیں‘ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ وطن عزیز میں قادیانیوں کو تو تمام مراعات حاصل ہیں‘ شاتم رسول کو ہر قسم کا تحفظ دینا اور اسے رو رعایت کا حق دار گردانا انتظامیہ کا وطیرہ ہے‘ شانِ رسالت میں گستاخی کرنے والے جرمنی ایسے ممالک میں رہائش کے مستحق ٹھہرتے ہیں‘ جبکہ اس کے برعکس غریب مسلمانوں اور بالخصوص دین دار طبقہ پر مظالم کے پہاڑ توڑے جاتے ہیں‘ پاکستان تو شاتم رسول‘ قادیانیوں وغیرہ کے ساتھ اتنی رعایت برتتا ہے‘ لیکن مغربی ممالک میں عاشقانِ رسول کے خلاف کیا برتاؤ کیا جاتا ہے؟ درج ذیل خبر اس کا منہ بولتا ثبوت ہے:

”لندن: ڈنمارک سفارت خانے کے باہر مظاہرے پر مسلم نوجوان کو جرمانے کی سزا

لندن (نمائندہ خصوصی) برطانوی دارالحکومت میں ڈنمارک کے سفارت خانے کے باہر توہین آمیز کارٹونوں کی اشاعت کے خلاف مظاہرہ ترتیب دینے والے انجم چودھری کو برطانوی عدالت نے ۵۰۰ پونڈ جرمانہ کیا ہے‘ یہ مظاہرہ ۳/ فروری کو ہوا تھا‘ جس کے دوران اشتعال انگیز پلے کارڈوں کے باعث ہنگامہ ہو گیا تھا۔“ (روزنامہ نوائے وقت ۹/ جولائی ۲۰۰۶ء)

یہ خبر پاکستان میں انسانی حقوق کے نام نہاد علمبرداروں اور ان کے پشت پناہ حکمرانوں کے منہ پر طمانچہ ہے‘ ہمارے حکمران بے حمیتی میں اتنا آگے بڑھ چکے ہیں کہ وہ ایسے نوجوان عاشقانِ رسول کے حوالے سے مغربی ممالک کے خلاف کوئی سخت قدم اٹھانے تک سے گریزاں ہیں۔ عامر چیمہ شہید کے واقعہ کو حکمرانوں نے جس طرح ٹھنڈے پیٹوں برداشت کر لیا اور اب انجم چودھری کے سلسلہ میں کوئی آواز نہ اٹھا کر جس بے غیرتی کا ثبوت دیا ہے‘ ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ اس پر شرم سے چلّو بھر پانی میں ڈوب مرتی‘ مگر کیا کیجئے! دنیا میں اقتدار اس وقت ایسے فرعون صفت افراد کے پاس ہے جو اپنے خلاف آواز اٹھانے والے نوجوان کو پیدائش سے پہلے قتل کر دینا پیش بندی کے طور پر شاید ضروری خیال کرتے ہوئے اور تحفظ ناموسِ رسالت کے لئے آواز اٹھانے والے نوجوانوں کے حق میں بولنا ”گناہ“ سمجھتے ہوں‘ لیکن ہم یہ واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ یہ دنیا انقلابات دیکھتی آئی ہے‘ فرعون و نمرود کے اقتدار کو پارہ پارہ کرنے کے لئے ہمیشہ ابراہیم و موسیٰ (علیہما السلام) پیدا ہوتے رہے ہیں‘ اس لئے موجودہ حکومت بھی ہوش کے ناخن لے اور انجم چودھری کو مجرم ٹھہرا کر اس پر جرمانہ کئے جانے کے خلاف قادیانیوں اور دیگر شاتمینِ رسول کے سرپرست برطانیہ سے سخت احتجاج کرے اور انجم چودھری کی ہر قسم کی اخلاقی امداد کرے۔

سیرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر علمائے دیوبند کی خدمات

معمار انسانیت' حضرت اقدس رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اطہر آفتاب ہدایت ہے' مومن کا ایمان اسی آفتابِ ہدایت ونبوت کا عکس اور پرتو ہے' اس لئے وہ اپنے وجود ایمانی میں وجود پیغمبری کا محتاج ہے پناہ خدا! اگر کوئی پیغمبر سے قطع نظر کرلے تو اس کا ایمان ایک لمحہ بھی موجود نہیں رہتا' اسی بنا پر فرمایا: ''النبی اولیٰ بالمومنین من انفسھم'' کہ مومن کو اپنی جان سے زیادہ اپنے نبی کا جاننا ضروری ہے' اور ایسا ہی ہوا کہ پروانے بے تحاشا شمع ہدایت پر ٹوٹ پڑے' اس کی ہر ادا کو اپنے قلب وجگر میں بسایا' ہر حرکت کو آنکھوں میں سمویا اور ہر فرمان کو عملی جامہ پہنایا۔

اسی طرح زمانہ آگے کی جانب قدم بڑھاتا رہا' ہر دور میں نبی رحمت (صلی اللہ علیہ وسلم) کے شیدائی اپنے جذبات اور عقیدتوں کے نذرانے نچھاور کرتے رہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ پر گل افشانی کرتے کرتے دفتر کے دفتر معمور ہوگئے' لیکن اس کے باوجود ہر ایک نے اپنی بے بضاعتی اور کم مائیگی کا اعتراف کیا:

لا یمکن الثناء کما کان حقہ'

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

اور فی الحقیقت یہ ہے بھی مشکل کہ گنتی کے چند اوراق میں ''نبی خاتم النبیین ﷺ'' کی سیرت مقدسہ کو جو صبح قیامت تک آنے والی نسلوں کے لئے اسوہ ہے' جامعیت واکملیت کے ساتھ پیش کردیا جائے' ہر دور اور ہر ملک میں فدائیانِ رسول ﷺ اپنے اپنے انداز میں محبتوں کے گل دستے پیش کرتے رہے' اپنی حیات کا اخروی سرمایہ مہیا کرتے رہے' روحانی اور ایمانی دنیا میں ایک تازگی لاتے رہے' موجودہ دور میں یہ کہنا مبالغہ نہیں ہوگا کہ محسن انسانیت پر مقالات ومضامین جس قدر منصۂ شہود پر آرہے ہیں اور ہر لمحہ کوئی نہ کوئی مضمون یا رسالہ اس موضوع پر طبع ہورہا ہے' اس قدر کسی تاریخی علمی یا ادبی موضوع پر نہیں لکھا جاتا' جب کہ ''علمائے دیوبند'' تو عشق نبی اور اتباع رسول سے سرشار ہیں' اسم ''محمد'' (صلی اللہ علیہ وسلم) پر اپنی

مولانا شاہد عادل قاسمی

جانیں قربان کردیتے اور ادائے رسولؐ پر پروانہ وار ٹوٹ پڑتے ہیں' جان چلی جائے' گوارا ہے' لیکن ناموس رسالت پر آنچ تک نہ آنے پائے' یہ ان کا طرۂ امتیاز ہے' اور ایک روحانی اور ایمانی شان ہے۔

شیفتگی کا یہ عالم ہے کہ عشق نبیؐ میں اشکوں کی لڑیاں بہا بہا کر آنکھوں کی بینائی ختم کرڈالیں۔

(تذکرۃ الرشید)

محبت وعظمت کا یہ مقام کہ روضہ مبارک کو اپنی داڑھی سے صاف کیا کرتے۔ (سیرت شیخ الاسلام مرتبہ مولانا نجم الدین)

وارفتگی کی یہ کیفیت کہ آقائے نامدار کی سرزمین سے دور ہی اپنے جوتوں کو بغلوں میں دبالیتے ہیں کہ کہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا قدم مبارک اس جگہ پڑا ہو' جہاں حقیر کا بے حیثیت جوتا پڑے' اسی خیال میں ننگے پیر مکہ مکرمہ ومدینہ منورہ کی گلیوں میں چکر لگاتے نظر آتے ہیں۔ (مذہب منصور' نقوش علمائے دیوبند)

یہ ہیں ''علمائے دیوبند'' کے عشق نبی کے مناظر! کہ ہمہ وقت تصور محبوب میں غرقاب' تو وہ کیوں تذکرۂ محبوب کی بزم سجانے سے پیچھے رہ جاتے' انہوں نے بھی اپنے آقا کی ہر نوعیت کی خوبیوں کو نکھارا' ان گل دستوں کا دربار رسالت میں نذرانہ پیش کیا' تذکرۂ رسول کا جو بھی طرز اور طریق کار ہوا سے اپنا کر دکھایا' خواہ خطابت وموعظت کی لائن سے ہو یا جلسہ وکانفرنس کی شکل میں' صحافت کے پلیٹ فارم سے ہو یا تصنیف وتالیف کے میدان سے' ہر میدان میں ''علمائے دیوبند'' نے اثر انگیز یادگار نقوش ثبت کئے ہیں اور اپنی شیفتگی ورافتگی کا (اس مے خانہ حیات کے ذرے ذرے پر) سکا جمایا ہے' اسی پر بس نہیں' بلکہ انسانی آبادی کو بھی عشق رسولؐ کے رنگوں میں رنگ دیا ہے' نادان وانجان اور اسم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے بے بہروں کو حب نبی کے موتیوں سے مزین وآراستہ کرڈالا ہے۔ ان تمام خدمات کی جھلکیوں کے لئے دفتر کے دفتر درکار ہیں' چند اوراق میں ان وسیع تر مناظر اور خدمات کو پرونا اور سمونا مشکل تر نظر آتا ہے'

تاہم ''مالا یدرک کلہ ولا یترک کلہ'' کے پیش نظر ہم ذیل میں ''سیرت رسول اکرمؐ پر علمائے دیوبند کی خدمات'' کی ایک جھلک نذر قارئین کرنے کی جسارت کر رہے ہیں اور انہیں دو خانوں تقسیم کیے دیتے ہیں تاکہ منظر کشی میں آسانی اور دل کی گہرائی میں اترنے میں برق رفتار ثابت ہو؛ اولاً ''خطابی'' پہلو پر روشنی ڈالی جا رہی ہے' پھر ''صحافتی اور تالیفی'' میدان پر روشنی ڈالی جائے گی۔

خطابی و دعوتی پلیٹ فارم سے:

علمائے دیوبند نے ''سیرت رسولؐ'' پر اس وقت صدائیں بلند کیں جب ہر سو اندھیرا تھا' دین محمدیؐ کافور ہونے والا تھا' ذرا سفید فام انگریز کے کرسیٔ قیادت وحکومت پر براجمان ہونے کے بعد زمانے پر نظر دوڑائیں' علماء وصوفیاء بر سر عام قتل کیے گئے اور موت کے شکنجوں میں کسے گئے' اسلامی مراکز وعبادت گاہیں ویران اور مسمار کی گئیں' خدا کا نام لیوا ایک بھی نہ بچا' اگر تھا تو خوفِ ستم جو حق کے اندر ہی دبا رہ جاتا' ہر طرف دین سے بے زار لوگ ہی نظر آتے' دور دور تک علم سے وابستگی رکھنے والا دکھائی نہ دیتا' بس ایک اندوہ ناک سراسیمگی کا عالم تھا۔ (سیرت مولانا محمد علی مونگیریؒ' تاریخ التعلیم)

ایسے ماحول میں ''علمائے دیوبند'' نے حق کی آواز بلند کیں' انسانی آبادی کو دین محمدؐ سے قریب کیا' انہیں اسم محمدؐ سے واقف کرایا' ملک کے گوشے گوشے میں سیرت النبیؐ کے جلسے کیے' کانفرنسیں بلائیں اور دین سے نابلد لوگوں کو دین داری کا سبق دیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف و کردار اور ان کی سیرتوں سے آگاہ کرایا' اسی طرح رفتہ رفتہ ملک کی ہر آبادی کو عشق رسول سے سرشار کر ڈالا اور محسن انسانیت کا دیوانہ بنا ڈالا۔ (تاریخ دار العلوم دیوبند)

یہ بات زبانی نہیں بلکہ تاریخی مشاہدہ اور حقیقت کی ترجمانی ہے اور آج بھی ''علمائے دیوبند'' جب کہ اس وقت ان گنت تعداد میں دنیا کے چپے چپے میں پھیلے ہوئے ہیں اور تعلیمات رسولؐ کو عام کرنے میں فروتر ہیں' سیرت النبیؐ کا اجلاس منعقد کر کے عوام کو اسمِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم' اسوۂ حسنہ اور ان کی تعلیمات' فرمودات سے آشنا کر رہے ہیں اور ہر سو عشق نبیؐ رحمت کی صدائیں فضاؤں میں گونجتی نظر آ رہی ہیں اور امت مسلمہ کی ہادیٔ عالمؐ اور ان کی تعلیمات سے بے زاری کافور ہوتی جا رہی ہے' یہ سب انہیں حضرات کا دین ہے' بالفاظ دیگر پوری دنیا خصوصاً برصغیر پر ''علمائے دیوبند'' کا یہ ایک احسان عظیم ہے' جس کے بارگراں سے سبک دوش نہیں ہوسکتا۔

تصنیف تالیف کے میدان سے:

علمائے دیوبند نے علمی سرگرمیوں کے ساتھ تصنیف وتالیف کی راہ سے بھی نمایاں خدمات انجام دی ہیں اور عشق رسولؐ میں ڈوب کر نذرانۂ عقیدت و محبت پیش کیا ہے' ڈیڑھ صدی سے زائد پر ان کی خدمات پھیلی ہوئی ہیں' جبکہ علمائے دیوبند لاکھوں کی تعداد میں ملک کے ہر گوشے میں دیوانہ وار منتشر ہو چکے ہیں' ہر ایک بارگاہ رسالت مآبؐ میں عقیدتوں کے نذرانہ پیش کرنے کی سعادت حاصل کرنے کی تمنا رکھتے ہیں' بلکہ اکثر نے قلم کو حرکت دے کر اپنی دل بستگی کا سامان مہیا کر لیا ہے اور نئی نسلوں کے لئے انمٹ نقوش چھوڑے ہیں' جو رہتی دنیا تک تابناک اور روشن رہے گا۔

سیرت کے موضوع پر ''علمائے دیوبند'' کی جو بھی کتابیں ہیں علمی' تحقیقی' اصل واقعے کی منظر کشی کرنے والی اور عبرت آمیز و حیرت انگیز ہیں اور ان سے عشق و محبت' عقیدت و عظمت' وآشفتگی و وارفتگی اور حقیقت نگاری کی دل دوز' ایمان و اخلاق کو فرحت و تازگی اور روحانی مسرت وشادمانی عطا کرتی ہیں اور اندرونی جذبات وکیفیات کی دنیا ہی بدل ڈالتی ہے۔ نئی روح اور نئی تازگی بخشتی ہے' جس سے انسان سرشار ہو کر دنیاوی آرائش وزیبائش اور سرور و کیف سے بیزار ہو کر محبت رسولؐ اور عقیدت دین کا دیوانہ ہو جاتا ہے اور اس کی یادوں میں کھو جاتا ہے' اس کی تصویر کشی حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ کے اس قول سے ہوتی ہے' جو انہوں نے ''سیرت خاتم الانبیاء'' مولفہ مفتی اعظم پاکستان محمد شفیع رحمہ اللہ کے بارے میں بیان فرمائی ہے:

''مضامین پڑھتے وقت بے تکلف ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جیسے ہر واقعہ میں' میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوں اور واقعات کا معائنہ کر رہا ہوں اور ہر واقعہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایسی شان نظروں میں پھر جاتی ہے کہ پہلے سے بہت زیادہ محبت وعظمت قلب میں بڑھ گئی۔'' (آغاز کتاب)

کتب سیرت کی جھلکیاں:

اب ذیل میں تصنیفات ''علمائے دیوبند'' ان کے مختصر تعارف کے ساتھ لکھی جاتی ہیں' لیکن اس میں اعتراف کے بغیر چارۂ کار نہیں کہ کثرت کے باعث احصاء ممکن نہیں' ازیں قبل واشگاف کر دیا گیا ہے کہ ''علمائے دیوبند'' برصغیر ہی نہیں' بلکہ پوری دنیا میں پھیل چکے ہیں' جو عشق رسولؐ میں دیوانہ ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تذکرہ کی بزم سجانے میں ہی اپنی سعادت جانتے ہیں اور اپنی خامہ فرسائی کی کامیابی و کامرانی انہیں کے حالات و واقعات کو لکھنے میں سمجھتے ہیں' جس کی بنا پر تصانیف کا انبار ہے اور ہر ایک طرب

آمیز اور محبت رسولؐ کے نغموں میں ڈوبا ہوا نظر آتا ہے' اسلوب جاذب قلب و جگر اور اس کا سطر سطر عشق رسولؐ کی سحر آفرینی کا گہوارا' اندازِ نگارش آبشاروں کی مانند مترنم اور کہکشاں کی طرح فرحت آمیز اور شفا بخش ہے:

۱:......النبی الخاتم:

مرتبہ حضرت مولانا مناظر احسن گیلانی رحمۃ اللہ علیہ' سیرت نبی ﷺ میں ایک شاہکار کارنامہ ہے' شاہانِ زبان و قلم بھی اس کی مدح سرائی میں رقصاں اور رطب اللسان نظر آتے ہیں' ملاحظہ ہو مولانا ابوالکلام آزادؒ رقم طراز ہیں:''اس ایجاز و اختصار کے ساتھ سیرت پر اتنی جامع اور عمدہ کتاب میری نظر سے نہیں گزری۔''(النبی الخاتم برسرورق قدیم نسخہ)

حکیم الامت حضرت تھانوی نوراللہ مرقدہ' فرماتے ہیں:''مناظر احسن کے سارے ''مناظر'' احسن ہیں۔''(النبی الخاتم قدیم نسخہ)

مولانا عبدالمجید قریشی ثناخواں ہیں:''سیرت کی لائبریری میں اس قسم کی کوئی کتاب نہیں۔''(النبی الخاتم قدیم نسخہ)

مولانا علی میاں ندویؒ گویا ہیں:''میں نے اپنی ساری عمر میں سیرت نبویؐ میں رحمت للعالمین اور النبی الخاتم سے زیادہ موثر کتاب نہیں پڑھی۔''(النبی الخاتم قدیم نسخہ)

مولانا منظور نعمانیؒ لکھتے ہیں:''دریا بکوزہ کی مثال دنیا کی کسی کتاب پر اس سے بہتر طور پر صادق نہیں آتی۔''(النبی الخاتم قدیم نسخہ)

۲:......افضل الانبیاء:

مولفہ: حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ: خامہ انگشت بدنداں ہیں کہ اسے کیا کہئے' مصنف کی ذات گرامی ہی موضوع کی خوبیوں اور نکتہ آفرینیوں کی تعبیر ہے کہ اس میں کیا کچھ گل افشانی گفتار ہوگی' مطالعہ کنندگان زندگی میں ایک نئی تازگی پاتا ہے اور افق علم پر آفتاب کی جلوہ گری محسوس کرتا ہے۔

۳:......نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب:

یہ بھی حضرت تھانویؒ کی تصنیف ہے' اس میں ہر واقعہ نقلی اور عقلی دلائل سے مشرح ہے اور اپنی مثال آپ ہے۔

۴:......معراج کی رات:

یہ رسالہ اسی نشر الطیب کا ایک جزو ہے' جس میں واقعۂ معراج جسمانی کو عقلی اور نقلی دلائل سے ثابت کیا گیا ہے اور اس میں ایک جامع اور نافع ضمیمہ کا اضافہ بھی کردیا گیا ہے' جس کی وجہ سے یہ رسالہ بے نظیر ہوگیا ہے۔

۵:......سیرت مصطفیٰ:

مؤلفہ: حضرت مولانا ادریس کاندھلویؒ' تین ضخیم جلدوں میں ایک منفرد اور مقبول عام کتاب ہے' ہر اردو داں کی زبان پر اس کا تحسین اور خوب رونغمہ ہے' برصغیر کی ہر لائبریری اس خزینہ یگانہ سے معمور ہے' شاید ہی کوئی عاشق رسولؐ ہو جس نے اس کا مطالعہ نہ کیا ہو۔

۶:......سیرت خاتم الانبیاء:

مرتبہ: مفتی اعظم پاکستان محمد شفیعؒ: کتاب حسن ترتیب اور انداز بیان میں نرالی ہے۔ حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں کہ مضامین پڑھتے وقت بے تکلف ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جیسے ہر واقعہ میں' میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوں اور واقعات کا معائنہ کررہا ہوں۔(آغاز کتاب سیرت خاتم الانبیاء)

حضرت مفتی عزیز الرحمٰن صاحب لکھتے ہیں: ''اس موضوع میں یہ کتاب لاجواب ہے' مصنف نے نہایت بلاغت وایجاز اور سادگی کے ساتھ صحیح حالات کو جمع کردیا ہے' مطالعہ کتاب سے ایمان میں تازگی ہوتی ہے اور محبت اضعاف ومضاعف ہوتی ہے' لہٰذا مسلمانوں کا کوئی گھر اس سے خالی نہ ہو۔''(آغاز کتاب سیرت خاتم الانبیاء)

علامہ زماں محدث کبیر انور شاہ کشمیریؒ کا بیان ہے کہ: جن حضرات کو مختصر سیرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پڑھنی ہو' وہ اس رسالہ کا مطالعہ فرمائیں' مستند نقل بھی انشاء اللہ مل جائے گا۔(ایضاً)

۷:......سیرت مبارکہ محمد رسول اللہ ﷺ

مولفہ: حضرت مولانا سیّد محمد میاں صاحبؒ: مؤرخ اسلام کے قلم سے نکلی ہوئے موتیوں کا ہار ہے' سیرت مبارکہ میں مفصل و مبسوط تحقیقی اور مستند احادیث سے لیس تحفہ نایاب ہے اور اپنی نظیر آپ ہے' انسان ایک ہی نظر میں اس کا اسیر ہوجاتا ہے۔

۸:......سیرت طیبہ:

قاضی زین العابدین سجاد میرٹھیؒ: عربی اور اردو ادب کے آفتاب کے گوہر نگار قلم کی شاہکار ہے' شیریں وشستہ زبان اور دلکش پیرائے میں سیرت طیبہ کے جملہ پہلوؤں کو محیط ہے۔ ممتاز اہل علم اور صاحبِ قلم نے اس کی خوبیوں کا اعتراف کیا ہے۔

۹:......تاریخ ملت:

مصنف مذکور ہی کا یہ ایک مختصر رسالہ ہے' جسے ہر طبقے میں مقبولیت تام حاصل ہے اور جدید تعلیم گاہوں میں داخل نصاب بھی ہے۔

۱۰:......نور البصر فی ذکر خیر البشر (سیرت رسول کریم ﷺ):

مؤلفہ: مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ' سیرت نبوی پر اپنے طرز میں یہ پہلی تصنیف ہے' یہ کتاب بہت زیادہ مقبول ہوئی اور اسکول و مدارس میں داخل نصاب

ہوئی‘ نہایت سہل اور سلیس زبان میں تمام حالات کی آئینہ دار ہے۔

۱۱:...... بلاغ مبین: (ایضاً)

مذکورہ کتاب تین اجزاء پر مشتمل ہے‘ اول میں طریقہ تبلیغ کے اصول وضوابط اسلامی بیان کیے گئے اور بارگاہِ نبوت میں مثالیں پیش کی گئی ہیں۔ ذیل میں آج کی مناظراتی شکل پر بحث کی گئی ہے‘ دوسرے میں فرامین نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جمع کیا گیا ہے‘ تیسرا جز وتائج وعبر سے موسوم ہے۔

۱۲:......رحمت کائنات:

قاضی محمد زاہدالحسینی‘ اس کتاب میں مقام رسالت عظمیٰ وحیات نبی کو مستند روایات سے مزین اور مرصع کیا گیا ہے اور حیاۃ الانبیاء بعد الممات کے عقیدے کو مسلک ”علمائے دیوبند“ کی روشنی میں مدلل بیان کیا گیا ہے۔ کتاب نہایت روح پرور ہے‘ مولانا خیرمحمد جالندھریؒ اور مولانا شمس الحق افغانیؒ فرماتے ہیں: ”اس کتاب کے مطالعہ سے حب نبی میں اضافہ ہوتا ہے۔“ (مقدمہ کتاب)

۱۳:...... با محمد باوقار: (ایضاً)

اس کتاب میں اسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی برکات وتجلیات‘ رخ انور کی تابانی اور ادب واحترام کے عقیدہ کو دلائل وواقعات کی روشنی میں دلنشیں انداز میں مرتب کیا گیا ہے۔

۱۴:......ماہتاب عرب:

مولانا عاشق الٰہی میرٹھیؒ: حضرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مفصل حالات پر مشتمل کتاب ہے‘ جبکہ آغاز میں حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے زمانے کو اجمالی طور پر بیان کیا گیا ہے‘ زبان وبیان ٹکسالی اور دلچسپ ہے‘ عظمت نبی آخرالزماں صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کی تربیت کی تابانی اس سے جھلکتی ہے۔

۱۵:...... تاریخ اسلام (نبیؐ کی سوانح عمری): ایضاً

کتاب کو ۸۵ ابواب میں منقسم کرکے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کو مفصل اور جامع انداز میں اثر انگیز طرز بیان میں پیش کیا گیا ہے اور علمائے مستشرقین کے پروپیگنڈوں کو واشگاف کرکے ان کی دھجیاں اڑائی گئی ہیں۔

۱۶:...... الذکر المیمون ترجمہ سرور المحزون: (ایضاً)

حضرت محدث دہلویؒ شاہ ولی اللہؒ نے عاشقانِ رسول کی دلبستگی کے لئے سرورالمحزون مرتب فرمائی تھی جو واقعی مریض عشق کے لئے لاجواب دوا تھی‘ حضرت مولانا میرٹھیؒ نے اس کا ترجمہ کرکے امت مسلمہ اور فدایانِ رسول کی ایمانی روح کو راحت بخشی ہے۔

۱۷:......خاتم النبیین:

مولفہ: حکیم الاسلام قاری محمد طیب قاسمیؒ:

حسن یوسف‘ دم عیسیٰ ید بیضا داری

آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

کی قدیم ترجمانی کا عکس جمیل محبت میں ڈوبے ہوئے قلم سے اتارا گیا ہے‘ تمام ترخوبیاں ذاتِ محمد میں ظاہر وجلوہ گر ہوئیں۔

۱۸:......آفتاب نبوت: (ایضاً)

یہ کتاب بھی حضرت حکیم الاسلام کی لاجواب ہے‘ ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر ہے‘ نکتہ آفرینی میں شاہکار ہے۔

۱۹:......شانِ رسالت: (ایضا)

حضرت مولانا محمد سالم قاسمی (حفظ اللہ) مقدمہ کتاب میں رقم طراز ہیں کہ سیرت کے موضوع پر آج سے قبل جتنی بھی کتب تصنیف ہوئی ہیں‘ عمیق نظر سے جائزہ لیا جائے تو ان تمام کتابوں کو تاریخ پیغمبر تو باآسانی کہا جاسکتا ہے‘ البتہ سیرت نبوی اول تو باور کرنا ہی مشکل ہے اور اگر بدقت کر بھی لیا جائے تو بلاخوف تردید ان کو سیرت نبوی کا ناتمام نقش ضرور کہا جاسکتا ہے (پیش لفظ) مگر یہ کتاب اصل روح پر مشتمل ہے۔

۲۰:......گلدستۂ اسلام:

مولفہ: حضرت مفتی محمود حسن گنگوہیؒ بارگاہِ اقدس میں منظوم سلام کا گلدستہ پیش کیا ہے‘ احادیث اور مستند واقعات اشارات میں آگئے ہیں‘ جن کی تشریح وتوضیح کا کام مولانا فاروق صاحب نے بڑی عرق ریزی سے انجام دیا ہے اور اس کی افادیت پر چار چاند لگائے ہیں۔

۲۱:......ہادیٔ عالم:

مولفہ: مولانا ولی رازی‘ محبوب کائنات سرور عالم ﷺ کے احوال کا حامل بنانقطہ اردو کا واحد رسالہ جس کی ہر سطر اور ہر کلمہ ’اردو معریٰ‘ کے مرصع ہے اور علمی طور سے مستحکم ومحکم ہے‘ مولانا ڈاکٹر عبدالحیٔ فرماتے ہیں: ”ہادیٔ عالم اپنی شان انفرادیت کا ایک عجیب شاہکار ہے۔“ (ہادیٔ عالم بعنوان رائے گرامی)

اسی انداز سے اگر تذکرہ جاری رہے تو ایک مستقل ضخیم کتاب تیار ہوجائے گی یہاں تو بطور نمونہ چند کتابوں کی جھلکیاں پیش کرنی ہیں‘ اس لئے بغیر کسی تبصرہ کے اہم کتابیں نقل کی جاتی ہیں‘ انتخاب کا مسئلہ بس یوں ہی ہے کہ:

”جو چھپے دل میں وہی تکنے لئے“

(۲۲) لامیۃ المعجزات ترجمہ اردو ”البیانات“ مؤلف مولانا حبیب الرحمٰن عثمانیؒ (۲۳) فکرالعبد الشفیع فی ذکر سیّد الشفیع مولف: مفتی محمد شفیع دیوبندیؒ (۲۴) بشائر النبیین مولفہ مولانا ادریس کاندھلویؒ (۲۵) مقاماتِ سیرت (ایضاً)‘ (۲۶) معراج النبی ایضاً‘

(۲۷)رسول اکرم پیغمبر امن و سلامتی کی حیثیت سے مولفہ مفتی محمد شفیع دیوبندیؒ (۲۸) نبی عربی مولفہ قاضی زین العابدین سجاد میرٹھیؒ (۲۹) مکتوبات ومعاہدہ مولفہ سیّد محبوب رضویؒ (۳۰) پاک زندگی مولفہ سعید احمد دہلویؒ (۳۱) اسوۂ حسنہ (اول) مفتی ظفیر الدین مفتاحی دربھنگوی حفظ اللہؒ (۳۲) رسالت مآب مولفہ مفتی عزیز الرحمٰن بجنوریؒ (۳۳) خلق عظیم مولفہ مولانا حامد الانصاریؒ (۳۴) خصائل النبی مولفہ ثناء اللہ امرتسریؒ (۳۵) اسلامی تاریخ (ایضاً)' (۳۶) تنویر السراج فی لیلۃ المعراج مولفہ حضرت تھانویؒ (۳۷) پہلی تقریر سیرت' دوسری تقریر سیرت مولفہ احمد سعید دہلویؒ (۳۸) رسول اللہ ﷺ (ایضاً)' (۳۹) ہادیٔ عالم کے انقلابی کردار مولفہ مولانا اخلاق حسین قاسمی دہلوی حفظ اللہؒ (۴۰) حضور اکرم ﷺ کی سیاسی زندگی مولفہ (ایضاً)' (۴۱) اخلاق رسول اکرم اول' دوم مولفہ (ایضاً)' (۴۲) وفات النبی (ایضاً)' (۴۳) سیرت پاک دروس التاریخ اول مولفہ مولانا محمد میاں صاحبؒ (۴۴) ہمارے پیغمبر (ایضاً)' (۴۵) جلوۂ فاراں مولفہ عقیل رحمانیؒ (۴۶) اسلام اول' دوم مولفہ مولانا عاشق الٰہی میرٹھیؒ (۴۷) تذکرۂ رسول مولفہ مولانا عبدالغنی رحمانیؒ (۴۸) حجۃ الوداع وعمرات النبیؐ مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ ترجمہ مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ (۴۹) مرقع صورت مولفہ مولانا جمیل الرحمٰن سیوہارویؒ (۵۰) مثالی سیرت مولانا مفتی حبیب الرحمٰن خیر آبادی حفظ اللہؒ (۵۱) معمار انسانیت مولانا مفتی فضیل الرحمٰن ہلال عثمانیؒ (۵۲) مجموعۂ سیرت الرسول اول دوم مولانا محمد اسلام قاسمی حفظ اللہؒ (۵۳) اصول مقبول از محمد عارف بارہ بنکویؒ (۵۴) مرتبۂ رسالت از مولانا حسین احمد قاسمیؒ (۵۵) ترجمہ سیرت حلبیہ از مولانا محمد اسلم قاسمیؒ (۵۶) سیرت رحمۃ للعالمین از قاری محمد طیبؒ (۵۷) محمد رسول اللہؐ از مولانا مقبول احمد سیوہارویؒ (۵۸) سیرت رسول اللہؐ از مولانا محمد اسلم رمزی قاسمی حفظ اللہؒ (۵۹) زبدۃ السیر از مولانا عماد الدین شیرکوٹیؒ (۶۰) حیات نبویہ از مولانا مفتی محمود حسن نانوتویؒ (۶۱) تحفہ معراج از مولانا سیّد حسنؒ (۶۲) معراج النبی از مولانا سیّد معظم علی مبلغ دارالعلوم دیوبندؒ (۶۳) معجزات النبی (ایضاً)' (۶۴) پیغام ہدایت از مولانا مشتاق احمدؒ (۶۵) ذکر شافع محشر از مولانا ذاکر حسن مظاہریؒ (۶۶) النعم علی خیر الامم از مولانا شاہ وصی اللہ رحمۃ اللہ علیہؒ (۶۷) سیر المرسلین از قاری صدیق احمد باندویؒ (۶۸) اخلاق نبوی واقعات کے آئینے میں از مولانا حفظ الرحمٰن قاسمیؒ (۶۹) داعیٔ اسلام (غیر منقوط نظم) مولانا صادق بستویؒ (۷۰) تذکرۂ رسول عربی (بطرز سوال و جواب) مولانا حبیب اللہ قاسمی حفظ اللہ وغیرہ۔

یہ ہیں سیرت نبوی پر خدمات علمائے دیوبند کی چند مختصر جھلکیاں جو آفتاب و ماہتاب اور ستاروں کے مانند چمکتی نظر آتی ہیں اور باشندۂ ارضی اس چشمۂ صافی سے اپنی علمی اور دینی تشنگی بجھا رہے ہیں' اس مقبولیت اور فیض عام کو دیکھ کر ہر فرد داد تحسین دینے پر مجبور ہے اور سرنگوں کیوں نہ ہو کہ یہ کارنامے اخلاص وللّٰہیت اور رضائے الٰہی وعشق رسول کی بنا پر تھے' ریا ونمود اور شہرۂ و مفاد کا ذرا بھی شائبہ نہ تھا' بلکہ اتباع سنت کے جذبات سے معمور تھے اور پوری دنیا کو اس رنگ میں رنگ دینے کی تمنا رکھتے تھے۔ رب دو جہاں نے ان کی نیک نیتی اور خالص عزم کو پروان چڑھایا اور بار آور بنا کر دکھا دیا کہ پوری امت ان کی خدمات سے مستفیض ہو رہی ہے اور اپنے خیالات میں عظیم انقلاب برپا کر رہی ہے۔

☆☆......☆☆

حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

صیہونیت اور قادیانیت کا اتحاد پاکستان اور عالم اسلام کے لئے ایک ہولناک خطرہ کا نشان اور قائدین ملت کی فراست و تدبر کے لئے ایک آزمائش اور ایک امتحان ہے' قادیانیت نے عالم اسلام سے فیصلہ کن معرکہ آرائی کا منصوبہ طے کرلیا ہے۔

ہمارے نزدیک قادیانی' صیہونی سازش کا ایک ہی علاج ہے اور وہ یہ کہ قادیانیت کو صیہونیت کی طرح' ایک دہشت پسند سیاسی تنظیم تسلیم کرتے ہوئے' اس کی تمام سرگرمیوں کو خلاف قانون قرار دیا جائے' اس تحریک کا کوئی فرد کسی اسلامی ملک میں کسی سرکاری منصب پر فائز نہ ہو' اس کے ارکان کی نقل و حرکت پر کڑی نظر رکھی جائے اور جن افراد کا کسی بیرونی سازشی جماعتوں سے رابطہ ثابت ہوجائے' انہیں بغاوت کی سزا دی جائے اور ہر مسلمان یہ نوٹ کرلے کہ کوئی قادیانی کسی حالت میں بھی اسلامی ملک کا وفادار شہری نہیں ہوسکتا' ہرگز نہیں ہوسکتا! اس لئے کہ ہر قادیانی اسلام کے قلعہ کو مسمار کرکے اس پر ''احمدیت'' کا قصر تعمیر کرنا اپنا مذہبی فرض سمجھتا ہے۔

(ماخوذ تحفۂ قادیانیت جلد دوم)

شب بیداری اور قیامِ لیل

مولانا اسجد قاسمی ندوی

شب بیداری اور شب میں خصوصاً آخری پہر میں اللہ کی عبادت میں انہماک اور نماز کی ادائیگی افضل ترین عمل ہے' فرض نمازوں کے بعد اس نماز کا مقام بے حد بلند ہے' اللہ کے قرب کا حصول اس نماز کے ذریعہ بڑی آسانی سے ہوتا ہے' قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ اپنے ان بندوں کو جنت کی بشارت دیتا ہے' جن کا حال یہ ہوتا ہے کہ:

''ان کے پہلو خواب گاہوں سے جدا رہتے ہیں' وہ اپنے رب کو امید اور خوف سے پکارتے ہیں اور ہماری دی ہوئی چیزوں میں سے خرچ کرتے ہیں۔'' (السجدہ:۱۶)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت کے آغاز ہی میں یہ حکم دیا گیا تھا کہ:

''رات کو نماز میں کھڑے رہا کیجئے مگر تھوڑی سی رات یعنی نصف رات (کہ اس میں قیام نہ کیجئے بلکہ آرام کیجئے) یا اس نصف سے کسی قدر کم کردیجئے یا کچھ بڑھا دیجئے۔'' (المزمل:۲'۳)

اور پھر اس نماز اور شب بیداری کا فائدہ یہ بتلایا گیا کہ:

''رات کا اٹھنا نفس پر قابو پانے کے لئے بہت کارگر اور قرآن ٹھیک پڑھنے کے لئے زیادہ موزوں ہے۔'' (المزمل:۶)

یعنی اس وقت دل و زبان کا خوب میل ہوتا ہے' زبان سے بات بالکل درست نکلتی ہے' دماغ یکسو رہتا ہے' قلب مطمئن رہتا ہے' عقل بیدار رہتی ہے اور زبان سے نکلنے والی بات تیر بہدف اور ''از دل خیزد بر دل ریزد'' کا مصداق ہوتی ہے۔

چنانچہ اس حکم کے مطابق اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے شب بیداری کو لازمی معمول بنالیا اور روایات کے بموجب آپ راتوں کو اتنی لمبی اور زیادہ عبادتیں کرتے تھے کہ درازیٔ قیام کی وجہ سے آپ کے پیروں میں ورم آجاتا تھا' پھر آپ کی اتباع میں صحابہ کرامؓ نے بھی شب کی عبادت شروع کی اور اس عبادت کی لذت و حلاوت ان کو محسوس ہوئی' قرآن انہیں کے ذکر میں گویا ہے:

''وہ راتوں کو کم ہی سوتے تھے اور رات کے پچھلے پہروں میں معافی مانگتے تھے۔'' (الذاریات:۱۷'۱۸)

مشہور شیخ ابوسلیمان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا فرمان ہے کہ: ''عبادت میں رات گزارنے والے رات میں لہو ولعب میں مشغول رہنے والوں سے زیادہ لذت پاتے ہیں' اگر رات نہ ہوتی اور اس کی عبادت کی لذت نہ ہوتی تو میں زندہ رہنا ناپسند کرتا۔''

شیخ ابن المنکدر رحمہ اللہ کے بقول: دنیا میں صرف تین ہی لذتیں ہیں: (۱) شب بیداری' (۲) دوستوں اور بھائیوں سے ملاقات' (۳) نماز باجماعت۔

قرآن میں وارد ہوا ہے کہ:

''(کیا کافر کی روش بہتر ہے یا اس شخص کی) جو مطیع فرمان ہے' رات کی گھڑیوں میں کھڑا رہتا اور سجدے کرتا ہے' آخرت سے ڈرتا اور اپنے رب کی رحمت سے امید لگاتا ہے؟'' (الزمر:۹)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے اس آیت کا مصداق حضرت عثمان غنیؓ کو بتایا اور ان کی رات کی کثرتِ عبادت و تلاوت کو اس کا سبب قرار دیا' معلوم ہوا کہ جو بندے نمازوں خصوصاً شب کی نمازوں میں مشغول ہوتے ہیں اور ان کی ہر حرکت سے ''قنوت'' کی کیفیت یعنی تواضع' فروتنی اور نیازمندی ظاہر ہوتی ہے اور آخرت کے خوف اور رحمتِ الٰہی کی امید پر وہ بے قرار ہوکر بستروں سے الگ ہوتے ہیں' پھر اسی بے چینی کے عالم میں کبھی سجدہ میں جاتے اور کبھی رکوع میں جھکتے ہیں' یقیناً وہی اللہ کے محبوب بندے ہیں' اور ان صفات سے عاری افراد کبھی بھی ان کے مساوی و ہم مرتبہ نہیں ہوسکتے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا گیا ہے کہ:

''اپنے اہل و عیال کو نماز کی تلقین کیجئے اور خود بھی اس کے پابند رہئے۔'' (طٰہٰ:۱۳۲)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں آتا ہے کہ جب وہ رات کو بیدار ہوتے تھے تو اپنے اہلِ خانہ کو بھی بیدار کرتے اور نماز کی تاکید وتلقین کرتے اور یہی آیت پڑھتے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حالات میں آتا ہے کہ راتوں کو مسجد میں منبر کے پاس نماز ادا کرتے تھے اور حالت یہ ہوتی تھی کہ خشیت ربانی کی وجہ سے جسم پر کپکپی طاری رہتی تھی اور آنکھوں سے طوفان اشک جاری رہتا تھا اور زبان پر یہ الفاظ ہوتے تھے کہ: ''ہائے! سفر طویل ہے، راستہ نامعلوم ہے اور زادِراہ بہت کم ہے۔''

امام اوزاعی رحمہ اللہ کے بارے میں آتا ہے کہ رات کی نماز میں ان پر اتنا گریہ طاری ہوتا تھا کہ فرش بھیگ جاتا تھا، ایک بار کسی خاتون نے ان کی اہلیہ سے کہا کہ شاید یہاں کسی بچے نے پیشاب کردیا ہے، تو ان کی اہلیہ نے کہا کہ نہیں، یہ تو شیخ کے آنسو ہیں جو دورانِ سجدہ بہے ہیں۔ امام اوزاعی رحمہ اللہ کا فرمان ہے کہ جو رات کی نماز میں لمبا قیام کرے گا، قیامت میں اسے لمبے قیام سے راحت مل جائے گی۔ (البدایہ والنہایہ ۱۰، ۱۱۷)

احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ رات کے آخری تہائی حصے میں اللہ تعالیٰ اپنی مخصوص رحیمانہ شان کے ساتھ اپنے بندوں کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور ارشاد فرماتا ہے کہ:

''کون ہے جو مجھ سے دعا کرے اور میں اس کی دعا قبول کروں، کون ہے جو مجھ سے مانگے اور میں اسے عطا کروں، کون ہے جو مجھ سے بخشش چاہے اور میں اس کو بخش دوں۔'' (متفق علیہ)

جو لوگ اس حقیقت پر یقین رکھتے ہیں، ان کے لئے اس وقت سونا مشکل ہوجاتا ہے اور وہ اٹھ کر محو عبادت ہوجاتے ہیں، ایک حدیث میں نماز تہجد کی چار خصوصیات بیان کی گئی ہیں:

۱:...... یہ زمانہ قدیم سے نیک بندوں کا طریقہ اور شعار رہا ہے۔

۲:...... یہ قرب خداوندی کا خاص الخاص ذریعہ ہے۔

۳:...... یہ گناہوں کا کفارہ اور ان کے اثرات کا ازالہ ہے۔

۴:...... یہ نماز معاصی سے روکتی ہے۔

(ملاحظہ ہو جامع ترمذی)

قرآن کریم میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرکے فرمایا گیا ہے کہ:

''آپ رات کو تہجد پڑھا کیجئے، یہ حکم آپ کے لئے زائد اور مخصوص ہے، بعید نہیں کہ آپ کا رب آپ کو مقامِ محمود پر فائز کردے۔'' (بنی الاسرائیل: ۷۹)

مقامِ محمود عالمِ آخرت اور جنت کا اعلیٰ ترین مقام ہے، یہ آیت واضح کررہی ہے کہ مقامِ محمود اور نماز تہجد میں خاص ربط ہے، اس لئے جو بندے نماز تہجد کا اہتمام کرتے ہیں، انہیں کسی نہ کسی درجہ میں مقامِ محمود میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت کی سعادت ضرور نصیب ہوگی۔

امام ابن القیم نے لکھا ہے کہ چار چیزیں فراوانی رزق کا باعث ہوتی ہیں:

(۱) رات کی نماز، (۲) اخیر شب میں کثرت سے استغفار، (۳) صدقات و خیرات کی پابندی، (۴) دن کے شروع و آخری حصہ میں ذکر کا اہتمام۔

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ رقم طراز ہیں: ''تہجد کی نماز ہر زمانہ اور ہر طبقہ میں صلحاء اور اہل اللہ، علماء ومجاہدین اور مصلحین واہل دعوت کا شعار اور پہچان بن گئی تھی، وہ اپنے دن بھر کی محنت ومجاہدہ اور اپنے مشاغل وسرگرمیوں کے لئے جن کے لئے غیر معمولی قوت برداشت اور صبر وتحمل کی ضرورت ہوتی ہے، اس شب بیداری وسحر خیزی سے قوت وغذا یا دوسرے الفاظ میں ایندھن حاصل کرتے تھے۔'' (ارکانِ اربعہ: ۱۱۴)

اسلاف کے اس طرز عمل کی روشنی میں ہم کو خود اپنا احتساب کرنا ہوگا کہ ہم شب بیداری کی دولت و قوت سے کس حد تک مالا مال اور فیضیاب ہیں......؟

شوقِ دید

مفتی اسرار احمد دانش نجیب آبادی

بیٹھا ہوں میں بھی شوق تمنا لئے ہوئے
سینے میں دل ہے حشر اک برپا کئے ہوئے

چلتے ہیں رہ روانِ حرم کس طرح سے راہ
گویا شرابِ عشق ہیں سارے پیئے ہوئے

سب جارہے ہیں کیسے وہاں ناز وشوق میں
لگتا ہے سب کے سب ہیں اجازت لئے ہوئے

جوتا ہے پاؤں میں نہ عمامے کی ہے خبر
یوں لگ رہا ہے دل ہیں کسی کو دیئے ہوئے

محبوب کے دیار میں مجنوں ہیں بے خبر
تن پر نہیں کسی کے بھی کپڑے سلے ہوئے

فرطِ خوشی میں آنکھ بھی ہے سب کی اشکبار
دل میں ہیں پر وہ عیش ومسرت لئے ہوئے

آنے کی اب تو مجھ کو اجازت ملے حضورؐ
ہے شوقِ دید زیادہ ہی بے کل کئے ہوئے

دانش کبھی کے ہجر میں ہوجاتے ہم ختم
لیکن ہیں شوقِ دید میں اب تک جئے ہوئے

عراق میں شکست...... مگر کس کی؟

بغداد کے سقوط اور بدکار و بدکردار امریکیوں اور برطانویوں کے سامنے عراق کے پسپا ہوجانے کا صدمہ ناقابلِ بیان حد تک دل دوز تھا اور ہے۔ ساری امتِ مسلمہ کو دنیا کے کونے کونے میں اس کی وجہ سے جو رنج وغم لاحق ہوا اور جس قلبی اذیت اور ذہنی کرب کا احساس ہوا اس کو الفاظ میں بیان نہیں کیا جاسکتا۔ یہ غم اور احساسِ الم اس امت کے لئے قدرتی بات ہے، جس کو خدائے بزرگ و برتر نے احساسِ عزت اور خودداری وحمیت کی بایاں دولت سے نوازا ہے۔ یہ معززانہ احساس خدائے لم یزل کے اس برتر اور بہترین دین کا فیضان ہے، جس کو خدا تعالیٰ نے سربلندی کے لئے نازل کیا ہے، شکست و ریخت، مغلوبیت اور ناکامی اس کی فطرت کے یکسر خلاف ہے۔

سقوطِ عراق کا المیہ، صرف مسلم عوام ہی کے لئے باعث حزن و ملال نہیں، بلکہ مسلمانوں کے طبقۂ خواص کو عام لوگوں سے سوا دکھ ہوا ہے۔ یعنی علماء، دعاۃ، مفکرین اور اسلام اور مسلمانوں کے معاملات سے دلچسپی رکھنے والوں کے لئے تو یہ غم اور بھی دلگداز اور جگر کو شق کرنے والا ثابت ہوا ہے۔ آپ اندازہ نہیں کرسکتے کہ لکھے پڑھے باشعور مسلم طبقے کا حال اس سے کتنا برا ہوا ہے، اور ان کے قلبی سکون، کام کرنے کی فرصت، سوچنے کی طاقت، لکھنے پڑھنے کی صلاحیت اور زندگی کے مختلف گوشوں میں سرگرم سفر رہنے کی ان کی اہلیت کو کس درجہ نقصان پہنچا ہے، کیونکہ یہ تنہا عراق پر قبضے کا معاملہ نہیں کہ وہ اپنے زخم جگر کو کسی طرح سی لیں اور اپنے دل کی رفوگری کا انتظام کرلیں، بلکہ یہ سارے خطے پر قبضے سے عبارت اور ساری امت کو غلام بنالینے کے مترادف ہے۔ یہ قبضہ برسوں کی منصوبہ بندی اور صہیونیوں اور صلیبیوں کی عرصے سے تیار کی جارہی اسکیم کا نتیجہ ہے۔ اس قبضے کے ذریعہ مخصوص صہیونی و صلیبی اہداف کو بروئے کار لائے جانے کا مسئلہ اور اس کی خطرناکی، امتِ مسلمہ کے چیدہ چیدہ افراد کی نیند اڑائے دے رہی ہے، اس بھیانک منصوبے کے دوررس نتائج کو سوچ

مولانا نورعالم خلیل امینی

سوچ کر وہ مرے جارہے ہیں کہ خدانخواستہ مسلمانوں کے وہ بدترین دن شاید آچکے ہیں، جن کا ان کی بداعمالیوں کی وجہ سے عرصے سے اندیشہ تھا۔

لیکن موجودہ المیہ اور دیگر حوالوں سے یہ سوچ کر غم والم کی کیفیت میں کسی نہ کسی درجے میں کمی ضرور واقع ہوتی ہے کہ زخم خواہ کتنا ہی گہرا ہو، خون کی کتنی ہی مقدار اس سے کیوں نہ رس جائے، بحیثیت مجموعی امت کے لئے جان لیوا ہرگز نہ ہوگا۔ نیز قادر مطلق اور حکمت وعلم والے خدا کی مرضی سے زخم کی گیرائی و گہرائی من حیث المجموع امت کے لئے بہرصورت ایسی مایوس کن نہ ہوگی کہ کام کا حوصلہ، تاریخ رقم کرنے کا اس کا تسلسل موقوف ہوجائے اور پیہم کارناموں کی انجام دہی کی اس کی معجزانہ صلاحیت کو گھن لگ جائے اور اقوام و امم پر اس کی اخلاقی، اجتماعی، علمی، ثقافتی، تہذیبی اور انسانی برتری کے تاریخی رفتار میں بالکلیہ رخنہ واقع ہوجائے۔ مصائب کا طوفان، آزمائشوں کی آندھی اور شدید زلزلوں کی کیفیت، امت کی اندرونی معنوی دفاعی طاقت کو نہ صرف جگاتی ہے، بلکہ اس کے افراد کے اندر دین کی طرف بازوردی کی طاقتور تحریک پیدا کرتی ہے۔ آزمائشیں جس درجہ شدید ہوتی ہیں، اسی درجہ ان سے چیلنج کی کیفیت رونما ہوتی ہے۔ چیلنج کا مزاج یہ ہے کہ وہ نہ صرف اونگھتے کو ہوشیار، بلکہ انتہائی خراٹے کی نیند سونے والے کو بیدار کردیتا ہے، انسانی جسم میں بلا کی قوتِ مدافعت ابھار کے، انسان کو جوش و جذبے، خوداعتمادی اور حوصلے کے ساتھ آگے بڑھنے پر آمادہ کردیتا اور اپنی ذات کے حوالے سے کسی بھی خطرے سے نبرد آزما ہونے کا یارا عطا کرتا ہے۔ اس کو یوں سمجھئے کہ جیسے کوئی شیخ فانی بستر مرگ پر پڑا کراہ رہا ہو، اچانک اس کو ایک عجیب اذیت ناک تجربے سے دوچار ہونا پڑ جائے، مثلاً یہ کہ اس کی اکلوتی جواں سال بیٹی گھر میں تنہا ہو، اس کی بوڑھی ذات کے سوا کوئی اور گھر میں اس کا سہارا نہ ہو، اچانک بدکاری کا رسیا کوئی جوان اس کے گھر میں گھس آئے اور اس پر دست درازی کرنے لگے، وہ بوڑھا جو بستر سے اٹھ نہیں سکتا، اس صورتِ حال کو دیکھتے ہی بستر سے کود پڑتا ہے، اپنے

اندر ایک خرقِ عادت طاقت محسوس کرتا ہے' وہ چارپائی کے قریب پڑے ہوئے ایک بوسیدہ ڈنڈے کو اس کے سر پر دے مارتا ہے اور وہ نامراد گرتا پڑتا اس کے گھر سے نکل بھاگتا ہے۔ بوڑھے کو اپنی عزت کی حفاظت اور اپنی سب سے عزیز آبرو کے دفاع کا احساس اس قدر خوشی و مسرت سے لبریز کر دیتا ہے کہ وہ اپنی صحت میں غیر معمولی بہتری محسوس کرتا ہے' وہ اسی دن سے چلنے پھرنے لگتا ہے اور کم از کم گھر کی چہار دیواری کے اندر' اس کو کسی سے اپنے ذات کے لئے' کسی مدد کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔

اللہ پاک نے اس دین کی حفاظت' اس کے تسلسل' اس کے ہر حال میں بار آور رہنے کی ضمانت دی ہے:

''ہم نے آپ اتاری ہے یہ نصیحت
اور ہم اس کے نگہبان ہیں۔''
(ترجمہ شیخ الہندؒ)

دین اور اس کی کتاب کی حفاظت' اسی طرح ہوگی کہ دین کے ماننے والے من حیث المجموع باقی رہیں گے' دین کے نمائندے اور دین کی کتاب کی تعلیم پر عمل پیرا رہنے والے بہر صورت ہر آن موجود رہیں گے' دین کی حفاظت اہل دین کی بقا کی شکل میں ہی ہوا کرے گی' لہٰذا یہ دین اپنی حفاظت اور اپنے ماننے والوں کی حفاظت کے حوالے سے ''خودکار'' واقع ہوا ہے' اس لئے کہ یہ رب العالمین کی طرف سے اپنے بندوں کے لئے منتخب کردہ اور پسندیدہ دین ہے۔

امت کو وقتاً فوقتاً جس آزمائش سے دوچار ہونا پڑتا ہے' مصیبت کی جس کٹھن گھڑی سے اس کو گزرنا پڑتا ہے اور اپنی طویل تاریخ کے دوران میں اس کو جن مکروہات اور جگر خراش واقعات سے دوچار ہونا پڑتا ہے' ان میں اللہ پاک کی بڑی حکمت ہوتی ہے۔ اگر ہمیں اللہ پر یقین ہے اور ضرور ہے' تو ہمیں اس کی حکمت پر ایمان رکھنا ہوگا۔ حکمت یہ ہے کہ نیک و بد کی پہچان ہو جائے' سچے اور جھوٹے کا فرق نمایاں ہو جائے' محض دعویدار اور واقعی وفادار کی شناخت قائم ہو جائے:

''کیا یہ سمجھتے ہیں لوگ چھوٹ
جائیں گے اتنا کہہ کر کہ ہم یقین لائے اور
ان کی جانچ نہ ہوگی۔'' (العنکبوت:۲)

نیز یہ کہ امت پر جو بُرا وقت آتا ہے' وہ قرآن پاک کے ارشاد کے مطابق اس کے افراد کے بُرے کرتوت کی وجہ سے آتا ہے۔ اولادِ آدم کا اپنی قسمت کو بگاڑنے اور اپنے نصیبے کو اجاڑنے کا عمل کیا کچھ کم ہے' جو ان کی مصیبت کے وقت' کسی اور سبب کو تلاش کیا جائے؟؟

''پھیل پڑی ہے خرابی جنگل میں
اور دریا میں لوگوں کے ہاتھ کی کمائی سے'
چکھانا چاہئے ان کو کچھ مزہ' ان کے کام کا'
تاکہ وہ پھر آئیں۔'' (الروم:۴۱)

جب کہ وہ خدائے غفار و رحیم' ہمارے بہت سے گناہوں پر خطِ عفو پھیرتا اور اپنی شان کریمی سے ہماری طرف سے بے حد و حساب چشم پوشی بھی کرتا رہتا ہے:

''اور جو پڑے تم پر کوئی سختی سو وہ
بدلہ ہے اس کا جو کمایا تمہارے ہاتھوں نے
اور وہ معاف کرتا ہے بہت سے گناہ۔''
(الشوریٰ:۳۰)

اسی کے ساتھ یہ بھی ذہن نشین رکھنا ہے' جیسا کہ ابھی عرض کیا گیا کہ ہم جن مصائب و آلام سے دوچار ہوتے ہیں' ان میں خدا کی مرضی اور اس کی مصلحت شامل ہوتی ہے' اس کی اجازت اور مرضی کے بغیر کچھ نہیں ہوتا' کائنات کی ہر حرکت و سکون میں اس کی تقدیر و تدبیر کا دخل ہوتا ہے۔

''کوئی آفت نہیں پڑتی ملک میں
اور نہ تمہاری جانوں میں جو لکھی نہ ہو ایک
کتاب میں۔'' (الحدید:۲۲)

''نہیں پہنچی کوئی تکلیف بدون حکم
اللہ کے۔'' (التغابن:۱۱)

یہ اس لئے کہ خدائے قدیر کا ہر فعل حکمت پر مبنی ہوتا ہے' وہ جو کچھ کرتا ہے وہ بھی مبنی بر حکمت ہوتا ہے اور جو کچھ نہیں کرتا وہ بھی حکمت ہی کی وجہ سے نہیں کرتا' لیکن ساتھ ہی اس کے افعال' اس سنت اور قانونِ عام کے دائرے سے باہر نہیں ہوتے' جو اس نے اپنی کائنات کے چلانے' نیکی کے استحکام' بدی کے مٹانے اور تہذیبی نشیب و فراز اور انسانوں کو انسانوں کے ذریعے دبانے کے لئے' روزِ اول سے مقرر کر رکھا ہے۔

لہٰذا امت کی مصیبت' اسی مستحکم' ناقابل تبدیل اور لازوال قانونِ الٰہی اور اصولِ ربانی کا نتیجہ ہوتی ہے' جس کی خلاف ورزی کی امت کسی نہ کسی طور پر مرتکب ہو چکی ہوتی ہے اور ان شرطوں کو پورا کرنے میں کوتاہ عملی دکھا چکی ہوتی ہے' جن کے ذریعے مصیبتوں سے بچا جا سکتا تھا' بحرانوں سے نجات مل سکتی تھی' فتح مندی و کامرانی اور شادکامی اس کے قدم چوم سکتی تھی اور ''انتہائی سربلند رہنے'' کا تاجِ افتخار اس کے سر پر سج سکتا تھا:

''وانتم الاعلون ان کنتم
مومنین۔'' (آل عمران:۱۳۹)
ترجمہ: ''اور تم ہی غالب رہو گے
اگر تم ایمان رکھتے ہو۔''

انتہائی سربلندی کو ایمان کی شرط کے ساتھ

مشروط کیا گیا ہے۔ ظاہر ہے کہ ایمان کا مطلب یہ ہے کہ زبان سے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور رسول کی رسالت کے اقرار کے ساتھ ساتھ' رسول کے ذریعے معلوم شدہ احکام الٰہی اور ان کے تمام تقاضوں کی مکمل پابندی کی جائے' جو اللہ کے دین کی سربلندی اور باطل کی پسپائی اور زیردستی کے لئے' لازمی شرط کی حیثیت رکھتے ہیں' لہٰذا محض ''قولی ایمان'' (جب کہ اس وقت کے ہم مسلمانوں کا یہ ''قولی ایمان'' بھی صد درجہ مخدوش ہے) جو شرطوں اور تقاضوں کو پورا کرنے والے ''ایمان عملی'' سے عاری ہو' حق و باطل کی کشمکش اور ایمان و کفر کے معرکے میں انتہائی سربلندی اور فیصلہ کن حیثیت سے کیونکر ہم کنار کرسکتا ہے؟

اگر یہ سچ ہے کہ حقیقت پر مجاز اور شے پر اس کی تصویر کو فوقیت نہیں مل سکتی' تو یہ کیونکر ہوسکتا ہے کہ ہم نام کے موجودہ مسلمانوں کی شکل میں پایا جانے والا ''ظاہری اسلام'' یا ''اسلام کی تصویر'' وہ نتیجہ برآمد کرے جو وہ حقیقی اور سچا اسلام پیدا کرتا رہا ہے اور کرتا رہے گا؟ جو اللہ کے ان سچے ایمان دار بندوں میں جلوہ گر رہا ہے' جو اس ''چھوٹی جماعت'' کی حیثیت رکھتے رہے ہیں جو اللہ کے حکم سے ''بڑی جماعت'' پر فتح پاتی رہی ہے:

''بارہا تھوڑی جماعت غالب ہوتی
ہے' بڑی جماعت پر اللہ کے حکم سے۔''
(التوبہ:۲۴۹)

معاصر تاریخ میں لڑی جانے والی اکثر جنگوں میں جن میں مسلمانوں کو ہزیمت کا سامنا رہا' اسلام اصل فریق یا اصل جنگ جو اور اصل محاذ آراء و مدمقابل کی حیثیت میں نہیں تھا۔ اسلام اپنی پوری تاریخ میں کسی جنگ میں ناکام و نامراد نہیں رہا' خواہ وقتی طور پر ہزیمت کی شکل پیدا ہوئی ہو' جس کا مقصد مسلمانوں کی تادیب تھی' چنانچہ انہوں نے فوراً ماضی سے سبق لیا' غلطیوں کی تصحیح کی اور ''مکمل اور فیصلہ کن فتح'' کی راہ میں حائل کوتاہیوں سے باز آنے کا فیصلہ کیا۔

بہرکیف معاصر جنگوں میں' حقیقی اسلام کو' اس کا کردار ادا کرنے کا موقع ہرگز نہیں دیا گیا' وہ اسلام جو اس جماعت کا شیوہ رہا ہے' جس کے متعلق ارشاد ربانی ہے:

''جن کو کہا لوگوں نے کہ مکے والے
آدمیوں نے جمع کیا ہے سامان تمہارے
مقابلے کو' سو تم ان سے ڈرو تو اور زیادہ ہوا ان
کا ایمان اور بولے کافی ہے ہم کو اللہ اور کیا
خوب کارساز ہے۔'' (آل عمران:۱۷۳)

لیکن ہوا یہ کہ جب بھی ان معاصر جنگوں میں ہزیمت کا منہ دیکھنا پڑا' تو حقیقت ناآشنا' سیدھے سادے عوام کو یہ باور کرانے کی کوشش کی گئی کہ نعوذ باللہ! اسلام کو کفر سے شکست ہوگئی اور باطل نے حق کو پسپا کردیا۔

حالانکہ اللہ کا سچا دین اور اس کا آخری و جاودان پیغام: اسلام نہ تو کبھی پسپا ہوا ہے اور نہ آئندہ کبھی ہوگا' کیونکہ جیسا کہ عرض کیا گیا۔ اللہ پاک نے از خود اس کی بقا' حفاظت' تسلسل' غلبے اور طاقت کی ضمانت دی ہے اور اللہ سے زیادہ سچا کون ہے؟

مذکورہ تمام جنگوں' معرکوں اور کشمکشوں میں' درحقیقت پسپائی ''غیر اسلام'' کو ہوتی رہی ہے' جس کو شکست کے بعد اول دل دوز المیہ کے پیش آنے کی صورت میں ''اسلام'' کا رنگ دے دیا گیا' وہ اسلام جس کو روئے زمین پر نہ تو اب تک کسی طاقت نے شکست دی ہے' نہ آئندہ دے سکے گی' خواہ اس کے پاس اب تک کے اور آئندہ دریافت ہونے والے سارے نئے سے نئے ہتھیار کیوں نہ ہو' وہ اسلام جو اپنے ان فرزندوں میں جلوہ گر ہوتا ہے جو ہر حال میں' ہر موسم میں اور ہر کٹھن وقت میں' اس کے تقاضوں' اس کے اصول' اس کے احکام و قوانین پر کاربند رہتے ہیں۔

یہاں ماضی قریب کا ایک واقعہ یاد آرہا ہے' جس کا تذکرہ عبرت سے خالی نہیں:

۱۶/ دسمبر ۱۹۷۱ء کی شام کو ۴:۵۱ پر مشرقی پاکستان کے جی او سی انچیف جنرل اے کے نیازی نے اپنی (۹۱۰۰۰) فوج کے ساتھ ہندوستانی فوج کی مشرقی کمان کے جی او سی انچیف جنرل جگجیت سنگھ اروڑا' کے سامنے جب ہتھیار ڈالے' جس کے نتیجے میں مشرقی پاکستان' مغربی پاکستان سے علیحدہ ہوکر ''بنگلہ دیش'' کے نام سے ایک دوسرا ملک بن گیا' تو اس وقت سارے لوگوں خصوصاً ان پڑھ ہندوؤں کی زبان پر یہ لفظ عام ہوگیا تھا کہ اسلام' کفر یعنی ہندو مذہب سے شکست کھا گیا۔ میں اس وقت اپنی عمر کی دوسری دہائی کے آخر میں ۱۷' ۱۸ سال کا لڑکا تھا' میں دہلی میں تھا' مجھے وہ دن اچھی طرح یاد ہیں' ۱۷/ دسمبر کی صبح مسلمانوں کے لئے انتہائی غم انگیز اور المناک بن کر طلوع ہوئی۔ بسوں' ریل گاڑیوں اور عام جگہوں پر مسلمانوں کا چلنا پھرنا مشکل ہوگیا۔ برادران وطن کے ناسمجھ افراد' ان کو منہ چڑاتے تھے کہ کہاں گیا تمہارا ''رحمٰن'' جو ہمارے ''رام'' سے شکست کھا گیا۔ اس وقت کی جن سنگھ پارٹی اور اس کی شاخوں کی حیثیت رکھنے والی تنظیمیں' دہلی کے در و دیوار پر اشتعال انگیز اشتہارات چسپاں کرتیں' جن کا خلاصہ یہی تھا کہ اسلام' کفر سے ہار گیا' بہت سے صحافی اور اخبار نویس اپنے تبصروں اور مضامین میں' یہی کچھ کہتے نظر آتے تھے کہ اسلام کا خمیر شکست خوردگی و پسپائی سے اٹھا ہے' وہ کسی راؤنڈ میں جیت نہیں پاتا' کسی میدان کو فتح

نہیں کر پاتا' کسی مقابلے کے وقت اپنی جیت درج نہیں کرا پاتا۔

حالانکہ ہندوستان کے تعاون سے مشرقی پاکستان نے مغربی پاکستان سے جو جنگ کی تھی' وہ اسلام بنام کفر کی جنگ نہ تھی' اس میں اسلام کسی بھی طرح فریق نہیں تھا' یہ جنگ تو زبان و کلچر کی جاہلیت کے نام پر لڑی گئی تھی۔ بنگالی قوم پرست لیڈر مجیب الرحمٰن اور سیکولر مزاج جنرل یحییٰ خان میں سے کسی کو اسلام سے کوئی دلچسپی نہ تھی' کون نہیں جانتا کہ یہ جنگ اسلام کے دفاع یا کلمۃ اللہ کی سربلندی کے لئے نہیں لڑی گئی تھی' بلکہ اسلام کے بہت سے نمائندوں' علماء دعاۃ اور مذہبی قائدین نے تو اس جنگ کے فریقین کو سختی سے روکا تھا' جس کے نتیجے میں کئی لاکھ انسان بھیڑ بکری کی طرح ذبح کردیے گئے' بنگالی قوم پرستوں اور کلچر و زبان کو معبود بنالینے والوں کا یہ حال تھا کہ محض اردو بولنے یا کسی میں اس جنگ کی مخالفت کی بو محسوس کرلینے پر اس کے گھر کو نشان زد کرکے' اس کے پورے خاندان کو موت کی نیند سلا دیتے تھے' نہ معلوم کتنے علماء دین تو صرف اس لئے مار دیے گئے کہ وہ اس جنگ کو اچھی نظر سے نہیں دیکھتے تھے جبکہ وہ بنگالی ہی تھے۔

یہی حال ہر مصیبت اور ہزیمت کے وقت ہوا کہ خدا بےزار زعما و حکام نے اسلام کو معزول کرکے اپنی انا کی تسکین کے لئے یا اپنی بھیانک غلطیوں اور تاریخی کوتاہیوں پر پردہ ڈالنے کی غرض سے' لڑائی تو لڑی اسلام کی تمام تعلیمات کو ٹھکرا کے' لیکن ہزیمت وذلت کو اسلام کے کھاتے میں ڈال دیا اور یہ کہا کہ ''امت مسلمہ'' ہار گئی۔ حالانکہ قوم پرستوں' انقلاب پسندوں' بعثیوں' اشتراکیوں' کیمونزم کا دم بھرنے والوں' سرمایہ داری کے مغربی وفاداروں' امریکا کے غلامانِ وفاکش' استبدادی نظام کے سرکش و گردن فراز' ہر نقصان کے وقت اسلام کی طرف منتسب ہونے والوں اور ہر فائدے کے وقت اسلام سے اپنی علیحدگی کا اعلان کرنے والوں سے' اسلام بری الذمہ تھا اور رہے گا۔

یہ بات ہمیشہ پیش نظر رکھنے کی ہے کہ معاصر معرکوں میں ہزیمتوں' پسپائیوں' ذلتوں اور رسوائیوں کی لامحدود مقدار کا' خدا اور اس کے رسول کے خلاف بنائے گئے باغیانہ' عاصیانہ اور غلط کارانہ اصول وضوابط کے علمبرداروں کو ہی منہ دیکھنا پڑا۔ حق پرست حق پر قائم' حق کا دفاع کرنے والے پابند وفا' مذہبی اصولوں اور طریقہ ہائے کار کو کسی ذلت و ہزیمت کا سامنا نہیں ہوا' وہ اصول وضوابط جن پر کاربند رہنے والوں کو نہ تو کبھی کسی کی ملامت کا خدشہ رہا اور نہ کسی جابر و ظالم کے سامنے حق بات کہنے سے انہوں نے کوئی باک محسوس کیا۔ متعدد اہل قلم نے لکھا ہے کہ ۱۹۶۷ء کی اسرائیل عرب جنگ میں' جب عربوں کو دردناک ہزیمت ہوئی' جس کے نتیجے میں مسجدِ اقصیٰ کے ساتھ ساتھ اسرائیل نے مصر' شام اور اردن کے بہت سے علاقوں پر قبضہ کرلیا' جن پر اب تک اس کا قبضہ برقرار ہے تو مصر کے ایک بڑے بزرگ داعی اور مفسر قرآن شیخ محمد متولی شعراوی (متوفی ۲۲/ صفر ۱۴۱۹ھ مطابق ۱۷/ جون ۱۹۹۸ء) اللہ کے حضور سجدہ ریز ہوئے' شکرانے کی نماز پڑھی اور خالق کائنات کی بے پناہ حمد وثنا کی' حالانکہ یہ شکست امت کے لئے خاصی حوصلہ شکن اور کمرتوڑ ثابت ہوئی اور امت اس کے عواقب سے ہنوز جاں بر نہ ہوسکی ہے اور نہ معلوم کب تک اس کے بھیانک نتائج سے مسلمانوں اور عربوں کو دوچار رہنا پڑے گا۔ شیخ سے بہت سے لوگوں نے متعجبانہ پوچھا کہ آپ نے اس شکست پر اظہارِ مسرت یا اظہار اطمینان کیوں کیا؟ تو انہوں نے فرمایا کہ ان کا اظہار اطمینان اور اللہ کے حضور سجدہ ریزی' اس اصول کی شکست کے حوالے سے ہے' جس کی جمال عبدالناصر (۱۹۱۸ء۔۱۹۷۰ء) اور ان جیسے عربی قومیت کے علمبردار کررہے ہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ اصول اور یہ راہِ عمل قطعی اسلام مخالف تھا' اگر جمال عبدالناصر کو فتح مل جاتی' تو اس کا غرور اس کو مزید بے راہ روی اور ظلم و جور پر آمادہ کرتا اور مسلمانانِ عالم عموماً اور عرب خصوصاً اپنے دین و عقیدے کے تعلق سے بڑے فتنے کا شکار ہوجاتے۔

لہٰذا عراق کی شکست اور امریکا و برطانیہ کی فتح خواہ کتنی ہی المناک کیوں نہ ہو' یہ اسلام کی شکست نہیں' اور نہ ہی یہ مجموعی طور پر امت کی شکست ہے اور نہ ہی اسلامی تاریخ کی رفتارِ مسلسل کی شکست ہے' اس لئے کہ اس جنگ میں اسلام کو کوئی عمل دخل نہ تھا' وہ تو اس سے بالکلیہ علیحدہ رکھا گیا تھا' اس لئے کہ انقلاب پسند بعثی صدام حسین نے جو اسلامی احکام سے ہمیشہ برسرپیکار اور محرکات دین کا شدید مخالف رہا اور اس کے ساتھ کے لوگوں نے کبھی اسلام کو اپنا رول ادا کرنے کا موقع ہی کب دیا تھا۔ صدام یا اس کے لوگ کسی بھی حیثیت سے اسلام کے نمائندے نہیں تھے کہ یہ کہا جائے کہ امریکا عراق جنگ میں خدانخواستہ اسلام کو پسپائی ہوئی۔

لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ امریکا اور برطانیہ نے عراق کو جو تباہ و برباد کیا' عراقیوں کا جس طرح قتل عام کیا' عراقی تہذیب وتاریخ کو جس طرح پامال کیا اور اب جس طرح وہ عراق کے زبردستی حکمراں بن بیٹھے ہیں اور جس طرح پوری دنیا اور اقوام متحدہ کی مخالفت کے باوجود عراق پر حملہ کیا اور اس پر شب و روز بموں اور آتش و آہن کی بارش کی' تو ان دونوں نے ٹھیک ہی کیا' بلکہ ہم یہ کہنا چاہتے ہیں کہ

عراق کی ہزیمت سے امت کو جو چوٹ لگی ہے' دل وجگر جس طرح خون ہوئے ہیں' غم والم سے جس طرح سینہ شق ہوا جارہا ہے' یہ شکست اسلام کا کیا دھرا نہیں اور نہ اس میں اس امت مسلمہ کا کوئی قصور ہے' جو نیکی کے فروغ' بدی کے ازالے' اللہ و رسول کی وفاداری اور انسانوں کی بھلائی کے لئے معرض وجود میں لائی گئی ہے۔ یہ شکست و رسوائی بعثیوں' قومیت کے دعویداروں اور انقلاب وترقی کا دم بھرنے والے ان حکمرانوں اور قائدین کی دین ہے' جنہوں نے ملک اور قوم سے غداری کی اور امریکا و برطانیہ کو اس کا موقع دیا کہ وہ زبردست استعماری منصوبوں کے تحت' عراق پر چڑھائی کرکے' اس کو مغلوب کرلیں اور اس سارے اسلامی خطے کو غلام بنالینے کی راہ پیدا کرلیں۔

اس سلسلے میں بہت سے اسلام پسند قلم کاروں' مفکروں اور داعیوں نے متعدد ٹھوس شواہد کی طرف اشارہ کیا ہے' جن میں انتہائی واضح ثبوت یہ ہے کہ صدام حسین اور اس کے لوگ اچانک مشکوک طور پر غائب ہوگئے اور ملک و قوم کو امریکی و برطانوی بھیڑیوں کے حوالے کردیا' اسی لئے امریکی افواج کی طرف سے ان کی تلاش کے حوالے سے کوئی سنجیدہ کوشش سامنے نہیں آرہی' بلکہ پیہم اس طرح کی خبریں آرہی ہیں (جیسا کہ اخبار ''نیویارک ٹائمز'' نے بھی کہا ہے) کہ بعض گائڈوں کے ذریعے ٹھوس معلومات ملنے کے بعد بھی' امریکا نے صدام کو بغداد میں گرفتار کرنے میں' کوئی دلچسپی نہیں دکھائی' بلکہ وہاں اس کی گرفتاری سے گریز کیا۔ اخبار نے مزید کہا ہے کہ متعدد عراقی افسران کی گرفتاری کو جو امریکی افسران اچھال رہے ہیں تو یہ گرفتاری انہوں نے نہیں کی' بلکہ عراقی افسران نے از خود اپنے آپ کو امریکیوں کے حوالے کردیا۔

تجزیہ نگاروں نے یہ بات بطور خاص نوٹ کی ہے کہ امریکا نے صدام کا پتا بتانے کے لئے جو انعامی رقم مخصوص کی' اس کو صدام اور اس کے لوگوں کے بھیانک جرائم سے کوئی نسبت نہیں۔ نیز یہ رپورٹیں بھی کثرت سے آئیں کہ صدام اور امریکی افواج کے مابین یہ معاملہ طے ہوگیا تھا کہ امریکی افواج صدام' اس کے اہل خانہ اور اس کے خاص لوگوں کو زندہ بچ کے نکل جانے کی راہ دے دیں اور اس کے بدلے میں وہ عراق پر قبضہ کرلیں۔

اس سلسلے میں یہ ثبوت بھی بہت ٹھوس نظر آتا ہے کہ صدام حسین اور اس کے ساتھیوں نے امریکا کی زبردست ٹیکنالوجی والی عسکری طاقت کو بالقصد ہیچ سمجھا' جس کی اس وقت کی دنیا میں کوئی نظیر نہیں اور عراقی عوام اور امت مسلمہ کو یہ باور کرایا کہ وہ امریکا اور برطانیہ کو روایتی زنگ آلود ہتھیاروں سے بغیر کسی فضائی طاقت کے' محض بڑے بڑے بول کے ذریعے اور بلند بانگ ہمالیائی دعووں کے بل بوتے پر' بالکل ہرادیں گے اور عراق کے صحرا میں امریکیوں کو زندہ دفن کردیں گے' حالانکہ ان کے پاس کسی ایسے عمل کا اثاثہ موجود نہیں تھا' جس سے اللہ و رسول کی خوشنودی حاصل ہوتی ہے' اللہ کی مدد متوجہ ہوتی ہے اور جس سے دشمن کے زبردست سامانِ ضرب وحرب اور مومن کی استطاعت بھر تھوڑے اسباب دفاع میں توازن کی کوئی شکل پیدا ہوتی ہے۔

ظاہر ہے صدام یا ان کے لوگوں نے اس سلسلے میں جس رویئے کا اظہار کیا' یہی درحقیقت ان سارے لوگوں کا رویہ ہوا کرتا ہے' جو بڑے بول کے قارون اور عقیدہ وعمل کے حوالے سے مفلس محض ہوتے ہیں۔ صدام کے پیش رو جمال عبدالناصر کا بھی یہی حال تھا' لیکن اس کا دعویٰ تھا کہ وہ اسرائیل کو سمندر میں غرق کردے گا اور قضا و قدر کے ہاتھ سے زبردستی فتح و نصرت کو چھین لے گا' لیکن اس کو آخرت سے پہلے دنیا کی رسوائی اور تاریخی ہزیمت کا منہ دیکھنا پڑا' جس کو اب تاریخ نے اچھی طرح ریکارڈ کرلیا ہے تا کہ رہتی دنیا تک لوگوں کے لئے یہ باعث عبرت ہو۔

بہر کیف دشمنوں کے ذریعے عراق پر قبضہ ہر چند کہ انتہائی تکلیف دہ اور غم انگیز ہے اور یہ غم والم اس وقت تک باقی رہے گا جب تک دشمن کا ناپاک سایہ وہاں سے زائل نہیں ہوجاتا' لیکن اس جنگ میں اسلام کو ہار جانے والا کہنا یا امت مسلمہ کو بحیثیت مسلمان ہونے کے تہمت دینا' بالکل غلط ہے۔ امت مسلمہ اس طرح کے معرکوں میں نہ فریق تھی' نہ شکست سے دوچار ہوئی۔

امتِ مسلمہ کا سورج بالکلیہ غروب ہوجائے' ایسا نہیں ہوسکتا۔ اس کی تاریخ بتاتی ہے کہ وہ زخم کھا کے پھر مسکرائی ہے' کچل جانے کے بعد پھر اٹھ کھڑی ہوئی ہے' اس کا جھنڈا اگر کبھی ذرا سا جھکتا ہوا نظر آیا تو پھر بلندی پر لہرانے لگا' وہ اگر پیچھے ہٹی ہے تو مزید تازہ دم ہوکر آگے بڑھی ہے' وہ خدا کے آخری پیغام کی نمائندہ ہے' اس لئے اسی کی طرح جاوداں ہے۔

لہٰذا یہ کہنا صحیح نہ ہوگا کہ اسلام کی بیٹری ختم ہوچکی ہے' یا اس کے دن لد گئے۔ یہ امت' ہر صدمے کے بعد زیادہ طاقتور ہوتی ہے' ہر آزمائش کے بعد مزید پراعتماد نظر آتی ہے' ماضی سے سبق لینا اس کا شیوہ رہا ہے' حالات و واقعات کا نشیب وفراز اس کے دست و بازو کو کمزور تو کرسکتا ہے' لیکن بالکل توڑ نہیں سکتا۔ اسلام محض معجزات و کرامات کے ذریعے فتح تو نہیں پاتا' لیکن ان انسانوں کے ذریعے فتح پاتا رہا ہے اور فتح پاتا رہے گا' جن کے کارنامے زندہ معجزہ ہوا کرتے ہیں' جو کتاب اللہ و سنت رسول اللہ کے سانچے میں ڈھلے ہوتے ہیں اور جن کا تسلسل کم وبیش رہتی دنیا تک باقی رہے گا۔ انشاء اللہ العزیز۔

☆☆..............☆☆

مدارس اسلامیہ میں

عصری علوم کتنے مفید' کتنے مضر!

مولانا محمد اشرف علی اعظمی

آغاز سخن:

ام المدارس دارالعلوم دیوبند اور اس کے منہاج پر قائم دیگر مدارس میں رائج نصاب تعلیم (درس نظامی) پر ایک عرصہ سے سوالات اٹھائے جارہے ہیں اور دور حاضر کے ''تقاضوں'' کا حوالہ دے کر اس میں تبدیلی کا مطالبہ کیا جارہا ہے' یہ چیز اس لحاظ سے تو ان مدارس کے لئے زیادہ اہمیت نہیں رکھتی کہ اس کا سلسلہ تقریباً ایک صدی سے جاری ہے' لیکن گزشتہ چند سالوں سے جس طرح مدارس کے نصاب کو لے کر تبصرے ہورہے ہیں اور جس انداز سے مباحثے کی مجلسیں اور سیمیناروں کی بزم سجا کر اس پر رائے زنی کی جارہی ہے اس کی نظیر ماضی میں نہیں ملتی' اور اس سے ارباب مدارس میں تشویش کا پیدا ہونا فطری امر ہے۔

ایک جانب تو حکومت کو شکایت ہے کہ:

''ارباب مدارس' ملک کے سیکولر نظام اور مذہبی آزادی کا فائدہ اٹھا کر' من مانے ڈھنگ سے مدارس کا نظام چلا رہے ہیں' نہ تو انہیں قوم کی ترقی کا خیال ہے نہ ہی ملک کی خوشحالی کا' یہ ایک ایسی نسل تیار کررہے ہیں جو دوسروں پر بوجھ بنتی ہے' حالات زمانہ سے بے خبر رہتی ہے' اور ملک کی تعمیر و ترقی سے اسے کچھ لینا دینا نہیں ہوتا' لہٰذا ارباب مدارس کو چاہئے کہ وہ اپنے نصاب تعلیم میں ''جدید علوم'' کو جگہ دیں' اور طلبہ کو باعزت شہری اور خود کفیل بنانے کی سبیل پیدا کریں۔''

دوسری طرف خود مسلمانوں میں ایک بڑا طبقہ' نصاب تعلیم کے حوالے سے' ارباب مدارس سے سخت نالاں اور شاکی ہے' اس طبقہ میں انگریزی خواں ''روشن خیال'' بھی ہیں اور قدیم و جدید کا ''سنگم'' کہے جانے والے مدارس کے فضلاء و منتسبین بھی' انہیں شکایت ہے کہ:

''دارالعلوم دیوبند اور اس کے ہم مشرب دیگر مدارس قوم کے مستقبل سے کھلواڑ کررہے ہیں' یہ ''شاہین بچوں'' کو ''خاکبازی'' کا درس دیتے ہیں' بایں طور کہ ان مدارس میں رائج نصاب' ماقبل نو آبادیاتی عہد کا ہے' اس کا دور شباب کبھی کا جاچکا' اس میں ضعیفی کے آثار نمایاں ہوگئے' پھر بھلا وہ موجودہ انقلابی و اکتشافاتی دور کے تقاضے کیسے پورا کرسکتا ہے اور کہاں پورا کررہا ہے؟ یہاں سے فارغ ہونے والے از بس کسی مسجد کے امام بن سکتے ہیں یا موذن' کسی مدرسے کے مدرس یا مکتب کے ''میاں جی'' اگر ہم نے تعلیم کو ان ہی پرانی زنجیروں میں جکڑے رکھا تو امت اسلامیہ کے ساتھ شدید ناانصافی ہوگی اور آنے والی نسلیں ہمیں معاف نہیں کریں گے وغیرہ وغیرہ۔''

دارالعلوم کا موقف:

یہ تنقیدیں اور تبصرے' دعوے اور دلیلیں اپنی جگہ' حکومت کے مشورے اور ہمدردیاں سر آنکھوں پر' لیکن واقعہ یہ کہ دارالعلوم دیوبند اپنے موقف پر سختی سے قائم ہے اور اپنے نصاب میں ''جدید علوم'' کی عدم شمولیت پر پہلے سے کہیں زیادہ سختی سے کاربند اور پابند عہد ہے' ان تجویزوں اور تنقیدوں کے جواب میں دارالعلوم کا کہنا ہے:

''اپنے مقصد کی تکمیل میں مدارس کا موجودہ نصاب تعلیم مفید اور پورے طور پر نتیجہ خیز ہے' اس لئے ہم نصاب تعلیم میں کسی بنیادی تبدیلی کو مدارس کے ''مقاصد اصلیہ'' کے لئے شدید مضرت رساں بلکہ ان کی روح کو ختم کرنے کے مترادف سمجھتے ہیں۔'' (جدید سکریٹری رپورٹ' رابطہ مدارس عربیہ)

دارالعلوم نہ صرف خود عصری علوم کی ''پیوند کاری'' کو مسترد کرتا ہے بلکہ وہ اپنے ہم مشرب دیگر مدارس کو (جو اسے اپنے مرکز کی حیثیت دیتے ہیں اور ہر مشکل گھڑی میں اس کی طرف رجوع کر کے اس سے رہنمائی حاصل کرتے ہیں) بھی اپنے نقش قدم پر چلنے کی دعوت دیتا ہے' اور تنظیم ''رابطہ مدارس'' کے واسطے سے موقع بموقع ان کا نمائندہ اجتماع بلا کر انہیں ''پرانے شکاریوں'' کے ''نئے جال'' سے آگاہ کرتا

رہتا ہے۔

عصری علوم سے اجتناب کیوں؟

سوال یہ ہے کہ آخری دینی اداروں کو عصری علوم سے اس قدر بیر کیوں ہے؟ اور وہ انہیں ''شجرۂ ممنوعہ'' کیوں سمجھتے ہیں؟ اور کیا وجہ ہے کہ نصابِ تعلیم کو فرسودہ کہنے اور اس میں تبدیلی کی تحریک چلانے والوں کی بات پر کوئی توجہ نہیں دیتے؟ اس معمہ کے حل کے لئے ہمیں چند باتیں ذہن میں رکھنی ہوں گی۔

۱:......اول یہ کہ کسی بھی ادارے (یا تحریک) پر کوئی تبصرہ خواہ تنقیدی ہو یا توصیفی‘ کرنے سے قبل دیکھنا پڑے گا کہ اس ادارے کے مقاصد کیا ہیں؟ اور کن اہداف کو حاصل کرنے کے لئے اس کا قیام عمل میں آیا ہے؟

۲:......جن امور کو ادارے نے اپنے اہداف میں جگہ دی ہے وہ بجائے خود کتنی اہمیت کے حامل اور قوم وملت کے لئے کتنے ناگزیر‘ نفع بخش اور سودمند ہیں؟

۳:...... یہ کہ ادارے کی اب تک کی کارکردگی کیا رہی اور مقاصد کے حصول میں کتنی کامیابی ملی یا مل رہی ہے؟

یہ امور انتہائی اہم اور ضروری ہیں‘ ان کو نظر انداز کرکے کیا جانے والا کوئی تبصرہ یا تنقید نا قابل توجہ ہے اور دیا جانے والا کوئی مشورہ نا قابل عمل ہے۔

دینی مدارس‘ اہداف ومقاصد:

جب ہم مدارس کی تاریخ پر نظر ڈالتے ہیں اور ان کے قیام کے پس منظر کو جاننے کی کوشش کرتے ہیں تو واضح طور پر یہ بات سامنے آتی ہے کہ ان کے قیام کا بنیادی مقصد‘ اس تحتی براعظم میں (جو مرکز اسلام سے ہزاروں میل دور ہے بلکہ روئے زمین پر شرک وبت پرستی کا سب سے بڑا مرکز ہے) مسلمانوں کے ایمان وعقیدے کی حفاظت‘ اسلامی شعائر کا تحفظ‘ علوم اسلامیہ کی ترویج‘ فتنوں کا تعاقب‘ پیغام محمدیؐ کی تبلیغ و دعوت‘ مسلمانوں میں رائج بدعات وخرافات کا قلع قمع اور نئے نئے فتنوں کا تعاقب کرنا ہے‘ اکابر چاہتے تھے کہ مدارس کی چہار دیواریوں میں امت کے سعادت مند نونہالوں کو اسلامی تعلیم وتربیت سے آراستہ کرکے اس قابل بنادیا جائے کہ وہ ''مادیت'' کی تیز وتند آندھیوں میں ''روحانیت'' کے چراغ روشن کریں‘ سادہ اور قناعت کی زندگی اپنا کر‘ دین کی سربلندی اور گلشن محمدیؐ کی آبیاری کے لئے اپنے آپ کو وقف کردیں‘ ان اداروں کا قیام ہرگز اس لئے عمل میں نہیں آیا تھا کہ ان سے مادی فوائد حاصل کئے جائیں‘ اور دنیاوی خوشحالی کی راہیں آسان کی جائیں‘ اسی مقصد کو واضح کرتے ہوئے بانی دارالعلوم حضرت مولانا قاسم علی نانوتوی رحمہ اللہ نے فرمایا تھا:

> ''ہم نے مدرسہ مولوی تیار کرنے کے لئے قائم کیا ہے جدید علوم کے لئے تو اور بہت سے دنیاوی ادارے ہیں۔
> (ماہنامہ ''دارالعلوم'' اکتوبر ۱۹۹۴ء)

حضرت مولانا یعقوب نانوتوی رحمہ اللہ کا قول ہے:

> ''ہمیں تو پیدا ہی ایسا آدمی کرنا ہے جس کا گاہک دنیا میں کوئی نہ ہو‘ اگر کوئی گاہک دنیا میں مل گیا تو وہ آدمی کام سے گیا۔'' (دینی تعلیم کی موجودہ صورتحال)

مقاصد کی اہمیت:

ہم نے جن امور کو مدارس کے اہداف میں شمار کیا ہے‘ ان سے ایسے لوگوں کو ضرور مایوسی ہوئی ہوگی جن کے نزدیک معدے کو معاد پر اور مادیت کو روحانیت پر فوقیت حاصل ہے‘ اور جنہیں اسلام سے زیادہ مسلمانوں کی (بحیثیت ایک قوم اور نسل ہونے کے) ترقی کی فکر ہے‘ لیکن جنہیں بھی شاعر کے قول: ''قوم مذہب سے ہے مذہب جو نہیں تم بھی نہیں'' سے اتفاق ہوگا‘ ان کو مذکورہ بالا مقاصد کی افادیت اور ناگزیریت سے انکار نہیں ہوسکتا‘ حضرت مولانا علی میاں ندویؒ فرماتے ہیں:

> ''جب مسلمانوں کا سیاسی قلعہ ان کے ہاتھ سے نکل گیا تو علماء نے اسلامی شریعت وتہذیب کے قلعے قائم کردیئے آج اسلامی تہذیب ان ہی قلعوں میں پناہ گزیں ہے اور اس کی ساری طاقت وقوت ان ہی پر موقوف ہے۔'' (خوں بہا)

شاعر مشرق علامہ اقبال مرحوم کسی مدرسے سے فارغ ''خشک'' مولوی اور تنگ نظر ''ملا'' نہ تھے‘ بلکہ وہ جدید تعلیم یافتہ ایک ''روشن خیال'' شخصیت کے مالک تھے‘ کالجوں میں تعلیم حاصل کی تھی اور لندن وپیرس سے ڈگریاں لے کر آئے تھے‘ تاہم اتنا ضرور ہے کہ انہیں اسلام سے سچا عشق تھا اور خدا کی توفیق سے اپنوں کی ''سادگی'' اور ''غیروں'' کی ''عیاری'' سے بخوبی واقف تھے‘ ان کے سامنے ایک مرتبہ دینی مدرسوں اور مکتبوں کی شکایت کی گئی تو انہوں نے جو کچھ کہا (بلکہ ان سے جو کچھ کہلوایا گیا) وہ تاریخ کے صفحات میں آب زر سے لکھے جانے کے لائق ہے‘ انہوں نے کہا:

> ''ان مکتبوں اور مدرسوں کو اپنی حالت پر رہنے دو‘ اگر یہ ملا اور درویش نہ رہے تو جانتے ہو کیا ہوگا؟ جو کچھ ہوگا میں ان آنکھوں سے دیکھ آیا ہوں‘ جس طرح اسپین میں مسلمانوں کی آٹھ سو سالہ حکومت کے باوجود آج غرناطہ وقرطبہ کے کھنڈرات کے سوا اسلامی تہذیب کا کوئی نقش نہیں ملتا‘ اسی طرح ہندوستان میں بھی آگرہ کے تاج

محل اور دہلی کے لال قلعہ کے سوا مسلمانوں کی تہذیب کا کوئی نشان نہ ملے گا۔'' (خوں بہا بحوالہ الجمعیۃ دینی مدارس نمبر)

حیرت انگیز کامیابی:

کیونکہ ان قلعوں کی بنیادوں میں اکابر کے مقدس ہاتھوں سے اخلاص کی پاکیزہ مٹی لگی ہوئی تھی' اس لئے انہیں اپنے مقاصد میں حیرت انگیز کامیابی ملی' اور ان چہار دیواریوں سے قلیل مدت میں ہزاروں مفسر' محدث' فقیہ' متکلم' مبلغ اور مناظر تیار ہوکر نکلے' جنہوں نے اسلامی تعلیمات کو گاؤں گاؤں اور گھر گھر پہنچایا' اسلام مخالف تحریکات کی سرکوبی کی' وطن عزیز کو انگریزی سامراج کے پنجوں سے آزاد کرایا' ناموس رسالتؐ اور مقام صحابہؓ کی حفاظت کی' مادیت پرستوں کے ذلت آمیز نعرے ''چلو تم ادھر کو ہوا ہو جدھر کی'' کے مقابلے میں:

ہم اپنا کیوں طرزِ فکر چھوڑیں ہم اپنی کیوں وضع خاص بدلیں
کہ انقلاباتِ نو بنو تو ہوا کئے ہیں ہوا کریں گے

کی قلندرانہ صدا بلند کی۔

الغرض ان اداروں نے اپنی بے سروسامانی کے باوجود وہ سب کر دکھایا جو ایک عظیم اسلامی سلطنت کی ذمہ داری ہوا کرتی ہے اور اتنے بڑے پیمانے پر کیا جس کی نظیر پچھلی تین سو سالہ تاریخ میں نہیں ملتی۔

پتا پتا بوٹا بوٹا حال ہمارا جانے ہے:

دارالعلوم دیوبند اور اس کے شانہ بشانہ سفر کرنے والے مدارس نے مختلف جہات میں جو خدمات انجام دی ہیں' ان کا آوازہ عالم کے کونے کونے میں بلند ہوا' علمی دنیا نے انہیں قدر کی نگاہوں سے دیکھا' اور ان پر اعتراف وتحسین کے پھول نچھاور کئے' علامہ رشید رضا مصری رحمہ اللہ کی جلالت علمی سے کون انکار کرسکتا ہے' آپ ۱۹۱۲ء میں ہندوستان تشریف لائے' ندوہ کے سالانہ جلسہ میں مہمان خصوصی کی حیثیت سے شرکت فرمائی' دیگر مکاتب فکر کے اصحاب سے ملاقات کا موقع ملا' آخر میں دیوبند تشریف لائے' یہاں کی علمی وروحانی فضا کو دیکھ کر ان کی زبان سے یہ جملہ نکلا اور تاریخ کے صفحات پر ہمیشہ کے لئے نقش ہوگیا: ''اگر میں دارالعلوم کو نہ دیکھتا تو ہندوستان سے نہایت غمگین واپس جاتا۔'' (موج کوثر)

کچھ تو ہے جس کی......

اوپر کی معروضات سے یہ بات واضح ہوگئی کہ دینی اداروں کے قیام کا اصل مقصد مسلمانوں کی دینی ضروریات کی تکمیل ہے نہ کہ دنیوی خوشحالی کے اسباب کی فراہمی' ان کی چہار دیواریوں میں دین کے داعی اور اسلام کے شیروں کی نشوونما ہوتی ہے' نہ کہ دنیا کی وسعتوں کے ''طالبین'' اور آرائش جہاں کے ''متوالوں'' کی' لہٰذا ان کو اس لئے ہدف ملامت بنانا کہ یہاں سے ''رجال الدنیا'' اور ''عباد الدراہم والدنانیر'' نہیں پیدا ہوتے اور یہ ادارے یونیورسٹیوں کی طرح وکیل' ڈاکٹر' انجینئر' صنعتکار اور فلمساز فراہم نہیں کرتے' یا تو کم علمی کی وجہ سے ہے یا اس تنقید کے پس پردہ تنگ نظری اور عصبیت کارفرما ہے' کیا کسی کالج پر اس لئے انگلی اٹھائی جاسکتی ہے کہ وہاں سے علماء' حفاظ اور فقہاء پیدا نہیں ہوتے؟ یا کسی صابن کی فیکٹری پر اس لئے لب کشائی کی جاسکتی ہے کہ وہ جوتے' کپڑے اور دودھ وغیرہ تیار نہیں کرتی؟ یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیوں نہ موجودہ نصاب کے اہم اور بنیادی مضامین: تفسیر' حدیث وفقہ کو اپنی جگہ برقرار رکھتے ہوئے سائنس' جغرافیہ اور اس جیسے دوسرے ضروری مضامین کو بھی نصاب میں جگہ دی جائے؟ اس طرح ''قدیم صالح'' کے ساتھ ''جدید نافع'' کی آمیزش ہوگی اور اس انوکھے امتزاج سے جو ''شراب طہور'' تیار ہوگی اسے پی کر ''تشنگان علم وفن'' دورِ حاضر کے غزالی اور رازی بن کر نکلیں گے اور جدید فلسفہ کی بلند و بالا عمارت کی چولیں ہلا دیں گے اور اس کی جگہ اسلامی تہذیب وتمدن کا شاندار قصر دوبارہ تعمیر کریں گے' یہ بات بظاہر جتنی پرکشش ہے' تجربہ اور مشاہدہ کی دنیا میں اسی قدر بے حیثیت اور ناقابل عمل' ''قدیم صالح'' کے ساتھ ''جدید نافع'' کی پیوندکاری کے مبینہ نسخے پر عمل کیا جائے تو مغربی فلسفے کی چولیں شاید نہ ہلیں' اور غزالیٔ وقت' رازیٔ زمانہ کے پیدا ہونے کا خواب تو شرمندۂ تعبیر نہ ہوسکے لیکن اتنا ضرور ہے کہ ''قدیم'' کی صالحیت' جدید کی نافعیت کے سیلاب میں بہہ جائے گی اور تعلیم وتربیت کا موجودہ کاروبار بھی (خواہ وہ کسی درجہ میں انجام پارہا ہو) ٹھپ ہو جائے گا' کسی نے حجۃ الاسلام حضرت نانوتوی رحمہ اللہ کو یہی مشورہ دیا تو آپ کی مومنانہ فراست نے جواب دیا: ''زمانہ واحد میں علوم کثیرہ کی تحصیل سب علوم کے حق میں باعث نقصان رہتی ہے۔'' (سوانح قاسمی)

دو کشتیوں کے سوار:

ہمارے سامنے ان اداروں کا حال موجود ہے' جنہوں نے دو کشتیوں پر بیک وقت سفر شروع کیا تھا' لیکن چند خوش قسمتوں کے علاوہ وہاں کے اکثر فضلاء' ''نیم حکیم خطرۂ جان'' اور ''نیم ملا خطرۂ ایمان'' کا مصداق بن گئے' ایسے ہی ایک ادارے کا حال بیان کرتے ہوئے صاحب موج کوثر لکھتے ہیں:

''......کا دعویٰ تھا کہ وہ قدیم وجدید بالفاظ دیگر علیگڑھ و دیوبند کا مجموعہ ہوگا' لیکن جس طرح ''آدھا تیتر' آدھا بٹیر'' نہ اچھا تیتر ہوتا ہے نہ اچھا بٹیر...... میں نہ علیگڑھ کی پوری خوبیاں آئیں اور نہ دیوبند

کی۔" (موجِ کوثر)

قدیم و جدید کی پیوندکاری کے نقصانات اگر صرف تعلیم ہی تک محدود رہتے تو بھی مدارس کو ان سے بچانا اور ضروری تھا' لیکن دلچسپ بات تو یہ ہے کہ اس کی زد تعلیم سے زیادہ تربیت پر پڑتی ہے' اسلامی روح طلبہ سے غیر شعوری طور پر رخصت ہونے لگتی ہے' خدمت دین کا جذبہ سرد پڑتا جارہا ہے اور ان کے افکار و خیالات پر جدیدیت و مادیت چھا جاتی ہے۔

سیّد سلیمان ندوی رحمہ اللہ کا علمی و فکری تعلق اسی خانوادے سے تھا' جس نے مدارس میں "قدیم صالح" اور "جدید نافع" کا دلفریب نعرہ سب سے اول بلند کیا تھا' لیکن سیّد صاحبؒ کو آگے چل کر جس تلخ تجربے سے دوچار ہونا پڑا' اس کا اندیشہ اکابر دیوبند نے پہلے بھی ظاہر کیا تھا اور آج بھی کر رہے ہیں' سیّد صاحبؒ لکھتے ہیں:

"انگریزی خواں علماء کی ضرورت جیسے جیسے روز بروز بڑھتی جارہی ہے وہ تو معلوم ہے' لیکن مشکل یہ ہے کہ علماء انگریزی خواں ہونے کے بعد عالم نہیں رہتے۔" (تاریخ ہندوستان)

غور کیجئے اگر انگریزی خواں ہونے کے بعد طلباء عالم نہیں رہتے تو ارباب مدارس اپنے نصاب میں عصری علوم کی شمولیت کو بھلا کیسے گوارا کرسکتے ہیں؟

اے طائر لاہوتی اس رزق سے موت اچھی
جس رزق سے آتی ہو پرواز میں کوتاہی

آخری بات:

بلاشبہ یہ دینی ادارے (اپنے موجودہ نصاب و نظام پر باقی رہتے ہوئے) دین و شریعت کی حفاظت کے سب سے مضبوط قلعے اور فتنوں سے بچاؤ کے محفوظ ترین جزیرے ہیں' یہ ہمارے ہاتھوں میں اکابر کی مقدس امانتیں ہیں' جن میں تصرف و تغیر اور ان کے بنیادی ڈھانچوں کو تبدیل کرنے کا حق ہمیں یا کسی کو ہرگز نہیں پہنچتا' لہٰذا انہیں ان کے اصلی نہج پر قائم رکھنا ہمارا فریضہ ہے' خصوصاً ایسے وقت میں جب باطل پوری تیاری کے ساتھ میدان میں آچکا ہے اور ہمارے مذہبی شعائر اور تہذیب و تمدن کو مٹانے اور ملی تشخصات اور امتیازات کو قصۂ پارینہ بنا دینے کا تہیہ کرچکا ہے' خدانخواستہ اگر ہم نے طعن و تشنیع کی تیز و تند آندھیوں سے گھبرا کر اور مادیت کے طوفانِ بلاخیز سے خوف کھا کر ان اداروں کی ماہیت کو تبدیل کردیا اور انہیں مدارس نما کالجوں اور حرم نما بت کدوں میں بدل دیا تو یہ ایک ایسا جرم ہوگا' جس کی تلافی کبھی نہیں کی جاسکتی اور آنے والی نسلیں ہمیں ہرگز معاف نہیں کریں گی۔

فطرت افراد سے اغماض تو کرلیتی ہے
کبھی کرتی نہیں ملت کے گناہوں کو معاف

☆☆..........☆☆

تین انقلاب:

دورِ حاضر میں فتنہ و فساد بغاوت کا نام انقلاب رکھ دیا گیا ہے' لیکن تاریخ عالم میں قابل ذکر انقلاب صرف تین ملتے ہیں:

۱:...... بیسویں صدی میں روس کا اشتراکی انقلاب' یہ صرف معاشی انقلاب تھا۔

۲:......اٹھارہویں صدی میں انقلاب فرانس جو بادشاہت کے مقابل جدید جمہوریت کی بنیاد بنا یہ صرف سیاسی انقلاب تھا۔

۳:......عظیم ترین انقلاب محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم ساتویں صدی میں تشریف لائے یہ انقلاب سیاسی' معاشی' اخلاقی' معاشرتی اور اخلاقی انقلاب تھا۔

اس انقلاب کی مثال دنیا پیش کرنے سے قاصر ہے۔ دنیا کو اب کسی اور انقلاب کی ضرورت نہیں ہے۔ ضرورت صرف اسی کی طرف لوٹ جانے کی ہے۔ (ہزارہ ٹائمز)

جس طرح عبادات اور اسلامی اعمال میں

اُن کا کرم ہے

عبدالعزیز شرقی جالندھری

پھر پیش نظر مسجد نبویؐ ہے حرم ہے — اللہ غنی مجھ پہ بڑا اُن کا کرم ہے
بلوایا ہے بے مایۂ ناچیز کو در پر — یہ اُن کا کرم ہے' اُن کا کرم ہے' اُن کا کرم ہے
وہ قلب ملا مجھ کو جو ہے درد سے معمور — وہ چشم ملی کیفِ حضوری سے جو نم ہے
معراج کو پہنچا ہوں اللہ رے قسمت — ہے میری جبیں ان کا جہاں نقشِ قدم ہے
انوار نظر آتے ہیں نقشِ کفِ پا کے — محبوب کا ہر کوچہ مجھے رشکِ ارم ہے
مخمور ہوں ان کی غلامی کے نشے میں — آقا مرا سلطانِ عرب' شاہ عجم ہے
سرمایہ نازش ہے مجھے طوقِ غلامی — اس گھر کی غلامی ہی مرا جاہ و حشم ہے
میں کیا ہوں مرے جیسے یہاں لاکھوں پڑے ہیں
قربان یہاں سارا عرب' سارا عجم ہے

خلق خدا کے ساتھ حسنِ سلوک

قرآن وحدیث کی روشنی میں

مولانا ضیاءُ الدین قاسمی

احسان ہی کو اصل روح اور عبادت کہا گیا ہے اور محسن کے اجر وثواب کو بہت وضاحت سے قرآن وحدیث میں بیان کیا گیا ہے' ایسے ہی اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوقات کے ساتھ حسن سلوک کرنے کا حکم دیا ہے' پہلے خونی ونسلی رشتوں میں درجہ وار حسن سلوک کرنے پھر معاشرتی وانسانی رشتوں کے اعتبار سے لوگوں کے ساتھ حسن معاملہ اور اچھا سلوک کرنے کی تاکید فرمائی ہے' اس طرح ''احسان'' کا دائرہ وسیع تر ہوتے ہوئے جانوروں کے ساتھ حسن سلوک کرنا باعث اجر وثواب اور پسندیدہ عمل قرار دیا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''تمام مخلوق اللہ کی عیال ہے' پس مخلوق میں اللہ کے نزدیک سب سے محبوب وہ شخص ہے جو اس کی عیال کے ساتھ حسن سلوک کرے۔'' (بیہقی)

حسن سلوک وہ محبوب صفت ہے جو انسانی معاشرہ میں محبت' بھائی چارگی' رشتوں ناطوں کے مرتبے اور تعلقات کو استوار کرنے میں سب سے زیادہ موثر ذریعہ ہے' اس سے ہمدردی' غمگساری' تعاون و اتحاد اور محبت و پیار کے جذبات کو پھلنے پھولنے اور انسانی قدروں کو ترقی کرنے کا ذریعہ میسر آتا ہے۔ یہ اسلام کی جامع تعلیمات اور مسلمانوں کے بلند کردار اور اعلیٰ اخلاق کا جیتا جاگتا ثبوت بھی ہے' جس کے ذریعہ مسلمانوں نے گزشتہ صدیوں میں انسانی دنیا کے اندر انقلاب برپا کیا تھا اور انسانوں کو انسانیت ومحبت کا عملی درس دے کر یہ ثابت کر دیا تھا کہ ان صفات کے ذریعہ انسان' اللہ رب العزت کا محبوب بندہ بن جاتا ہے' جس کے لئے دنیا میں ترقیات کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور کامیابیوں کی بلندیاں زیر قدم ڈال دی جاتی ہیں اور آخرت میں ان پسندیدہ صفات بندوں کے لئے رحمت ومغفرت اور جنت کی لازوال نعمتوں کی بشارت ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے ساتھ احسان کرنے کی تاکید بلیغ قرآن پاک کی متعدد سورتوں میں فرمائی ہے اور انسانی معاشرتی تمام رشتوں کو ان آیات میں سمیٹ لیا ہے' جن کی تشریح وتوضیح میں احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لؤلؤ ومرجان کی طرح بکھری ہیں' اگر ان سب کو یکجا کر دیا جائے تو بندگان خدا کے ساتھ حسن سلوک اور خوش معاملگی کی اہمیت کا اندازہ اور احساس ہوگا اور معلوم ہو جائے گا کہ محسنین کی تعریف میں کیسے جامع الصفات افراد شامل ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''اور تم اللہ کی عبادت کرو اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک مت کرو اور والدین کے ساتھ اچھا معاملہ کرو اور اہل قرابت کے ساتھ بھی اور یتیموں کے ساتھ بھی اور غریب غرباً کے ساتھ بھی اور پاس والے پڑوسی کے ساتھ بھی اور مسافر کے ساتھ بھی اور ان کے ساتھ بھی جو تمہاری ملکیت میں ہیں' بیشک اللہ تعالیٰ نہیں پسند کرتا ہے جو گھمنڈ کرتے ہیں اور شیخی کی باتیں کرتے ہیں۔''

اس جامع آیت میں توحید اور حق تعالیٰ کے بعد انسانی زندگی کے جملہ دائمی وعارضی رشتوں کی مکمل رعایت کرنے اور حسن سلوک وخوش معاملگی کرنے کا بیان آ گیا ہے' اس سے جامع مختصر اور بلیغ انداز میں حقوق العباد کی ادائیگی کا حکم نہیں آ سکتا۔

والدین کے ساتھ حسن سلوک:

توحید اور حق اللہ کے ذکر وحکم کے بعد معاشرتی زندگی میں والدین کے ساتھ حسن معاملہ کرنے کی بطور خاص تاکید کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احسان وانعام کی پہچان اور حق اللہ کو خوب سے خوب تر طریقہ پر ادا کرنے کی فکر اسی وقت ہوگی' جب ظاہری اسباب احسان میں سے ان کے فضل واحسان اور حق کو بندہ سمجھے۔ دنیا میں کسی بھی انسان پر کرم واحسان سب سے زیادہ اور واضح انداز میں اگر کوئی کرتا ہے تو والدین کا احسان اپنی اولاد پر ہوتا ہے۔ ولادت سے پہلے ہی والدین اپنے بچوں کے ساتھ اچھا معاملہ کرنے لگتے ہیں اور تاحیات والدین اپنی اولاد کے ساتھ ہمدرد' مخلص اور محسن ہوتے ہیں' یہاں تک کہ اولاد کے لئے اپنا سب کچھ قربان کر دینا آسان سمجھتے

ہیں اولاد کو تکلیف ہو اور اولاد پریشان ہو ماں باپ کو گوارا نہیں ہوتا۔ حمل کے زمانوں میں ماں بچے کی حفاظت وصحت کے لئے اپنی پسندیدہ چیزوں اور مرغوب کھانوں کو ترک کر دیتی ہے۔ پیدائش کے بعد والدین اپنی فکر چھوڑ کر اولاد کی بھلائی کی فکر میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ بچوں کی محبت میں ان کو آرام وراحت پہنچانے کے لئے راتوں کو سونا' دن میں آرام کرنا ترک کر دیتے ہیں' روتا ہے تو بے قرار ہو جاتے ہیں' بیمار ہوتا ہے تو تڑپ اٹھتے ہیں اور بچوں کو آرام پہنچانے' ان کا مستقبل بنانے کے لئے ہر مشقت برداشت کرتے ہیں' کبھی پیشانی پر شکن نہیں آتی' کبھی دل میں اولاد کے خلاف تصور نہیں آتا' جب تک اولاد بالغ نہیں ہو جاتی اس کی تمام ذمہ داریاں والدین اٹھاتے ہیں کسی اجر و بدلہ کی خواہش کرنے کی بجائے خود اپنا سب کچھ اولاد کے حوالے کر دیتے ہیں' صرف اس بے پناہ محبت کی وجہ سے جو اللہ تعالیٰ نے ماں باپ کے دل میں اولاد کے تئیں پیدا کر دی ہے۔

لہٰذا اللہ تعالیٰ نے اولاد کو حکم دیا ہے کہ جب والدین عمر دراز ہو کر کمزور وضعیف ہو جائیں تو ان کے احسان کا بدلہ ان کے ساتھ احسان کر کے ادا کرنے کی فکر کرو اور دنیاوی زندگی کے ان محسنین کے حقوق جب تم پر واجب ہیں تو پھر محسن حقیقی اللہ تعالیٰ جس نے پیدا کیا' جس نے تم کو رزق دیا جو پالنہار ہے' اس کے حقوق کتنے اچھے طریقے پر ادا کرنا لازم ہوگا۔ لہٰذا ارشاد فرمایا:

"اور آپ کے رب نے فیصلہ کر دیا ہے کہ عبادت صرف اسی ایک رب کی کرو اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرو اور اگر ان میں سے ایک یا دونوں ہی تمہارے پاس بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو اف تک مت کہو اور نہ ان کو جھڑکو اور ان کے لئے ادب کا جملہ بولو اور ان کے آگے عاجزی اور تواضع کا بازو جھکا دو اور ان کے لئے دعا کرو کہ اے میرے رب ان دونوں پر رحم فرما جیسا کہ انہوں نے بچپن میں مجھے (پیار و محبت) سے پالا۔ تمہارا رب جانتا ہے جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے اگر تم صالح اولاد ہو تو وہ بار بار رجوع کرنے والوں کو بخشنے والا ہے۔" (سورۃ اسراء: ۲۳' ۲۴)

چونکہ بڑھاپے میں قویٰ کمزور ہو جاتے ہیں' انسان دوسروں کا محتاج ہو جاتا ہے' اس کو سہارے کی ضرورت ہوتی ہے تو والدین کے سلسلے میں اولاد کو بطور خاص حکم دیا گیا ہے کہ دونوں یا کوئی ایک تمہارے پاس بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو تمہارا حسن معاملہ انتہائی درجہ کا ہونا چاہئے ورنہ والدین خواہ بوڑھے ہوں یا جوان' کمزور ہوں یا طاقتور اولاد پر حسب ضرورت ان کی جسمانی ومالی خدمت واجب ہے ان کی اطاعت لازم ہے ان کو آرام پہنچانا' ان کی خدمت کرنا' ان کا حکم ماننا واجب ہے۔ یہاں تک کہ اگر وہ کسی موقع پر ڈانٹ دیں' سخت کلامی کریں تب بھی سر اطاعت جھکانا اور خوش طبعی سے ان کی پھٹکار سننا اور ناگواری کا اظہار نہ کرنا احسان میں داخل ہے اور اگر اولاد نے نادانی یا جان بوجھ کر ان کی شان میں سخت بات کہہ دی جو دل دکھانے والی ہے تو اللہ کو یہ انداز حد سے زیادہ ناپسند ہے' اس نے تو یہ حکم دیا ہے کہ ان کو اُف تک مت کہنا بلکہ ان کی سختی اور تیزی کو برداشت کرنا اولاد پر لازم ہے اور اولاد کے حسن معاملہ میں سے یہ ہے کہ والدین کے حق میں دعا کرتا رہے کہ اے اللہ! جس طرح ماں باپ نے بچپن میں میرے ساتھ رحم اور مہربانی کا معاملہ کیا تو ان کے ساتھ اس بڑھاپے میں رحم کا معاملہ کر۔

والدین کے حقوق اس سے بہت زیادہ ہیں جتنا کوئی انسان تصور کر سکتا ہے' لہٰذا ان کے ساتھ احسان کا معاملہ اس انداز کا ہونا ضروری ہے کہ اپنی طاقت و وسعت میں اس سے زیادہ ممکن ہی نہ ہو یہی اولاد صالح ہونے کا ثبوت ہے' اس پر بھی اللہ سے رجوع کرتے رہنا ضروری ہے کہ کہیں اطاعت و خدمت اور حسن سلوک میں کمی نہ ہو گئی ہو کیونکہ والدین کے احسان کا بدلہ ادا کرنا ممکن نہیں' سوائے اس صورت کے جس کو حبیب خدا محسن اعظمؐ نے فرمایا ہے:

"حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی لڑکا اپنے والد کے احسان کا بدلہ نہیں دے سکتا' مگر یہ کہ اس کو غلام پائے تو اس کو خرید کر فوراً آزاد کر دے۔" (رواہ مسلم)

ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ میرے حسن سلوک کا سب سے زیادہ مستحق کون ہے؟ آپؐ نے فرمایا: تمہاری ماں' پھر تمہاری ماں' پھر تمہاری ماں (یعنی ماں کے ساتھ حسن سلوک کو تین مرتبہ کہا) پھر تمہارے باپ' پھر جو تمہارے سب سے قریب ہو جو اس کے بعد ہو پھر جو اس کے بعد ہو۔ (بخاری)

والدین کے بعد بیوی' اولاد' دادا' بھائی' چچا' پھوپھی' چچی اور پھوپھا' ماموں' ممانی' نانا' نانی پھر ان کے بعد کے قرابت دار جیسے بھائی کی اولاد' چچا کی اولاد' پھوپھی کی اولاد ماموں کی اولاد اور بیوی کے رشتہ سے اپنے خسر اور خوش دامن' پھر پڑوسی اور غربا و مساکین اس طرح دائرہ بڑھتا جاتا ہے' یہاں تک کہ ہر انسان اس حکم کے تحت کسی نہ کسی طرح آ جاتا ہے' یہ جامعیت ہے ان چند جملوں میں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور خاص ماں کو مستحق فرمایا ہے' اس لئے کہ باپ کے مقابلہ میں

ماں بچوں پر زیادہ مہربان اور ایثار کرنے والی ہوتی ہے وہی زیادہ محنت و مشقت برداشت کرتی ہے اس لئے اس کے ساتھ خاص طور پر احسان کرنا ضروری ہے، وہ فطرتاً کمزور بھی ہوتی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے والدین کے ساتھ حسن سلوک کی اتنی تاکید فرمائی ہے کہ اسی کو جنت میں دخول کا سبب قرار دیا ہے۔ ایک حدیث میں آپؐ نے ارشاد فرمایا:

"اس شخص کی ناک خاک آلود ہو، یہ جملہ تین مرتبہ فرمایا، یعنی وہ ہلاک و برباد ہوجائے جس نے والدین میں سے ایک کو یا دونوں کو بڑھاپے کی حالت میں پایا پھر بھی ان کی خدمت کر کے (اوران پر احسان کر کے) جنت میں داخل نہ ہوا۔" (رواہ مسلم)

قرابت داروں کے ساتھ حسن سلوک:

والدین کے بعد "بذی القربی" لاکر جملہ ہم قریب اور دور کے قرابت داروں کے ساتھ حسن سلوک کرنے کا حکم دیا گیا ہے، جس کے تحت وہ تمام لوگ ترتیب وار آ گئے جن کے بارے میں ابھی ہم نے لکھا ہے، ان سب کے ساتھ حسب مرتبہ صلہ رحمی کرنا، حسن معاملگی سے پیش آنا اور اچھا سلوک کرنا محسنین کی صفت ہے، ان کے لئے جنت کی بشارت اور خوشخبری ہے، اگرچہ وہ رشتہ دار اور قرابت دار اس کے ساتھ بُرا معاملہ کرے، مگر اپنے انداز اور رویہ میں بگاڑ نہ آنے دے۔

ایک صاحب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنا مسئلہ یوں بیان کیا کہ:

"اے اللہ کے رسول! میرے کچھ رشتہ دار ہیں، میں ان سے صلہ رحمی کرتا ہوں، ان سے اچھا سلوک کرتا ہوں، مگر وہ مجھ سے بُرا سلوک کرتے ہیں، میں ان کے ساتھ بردباری سے پیش آتا ہوں اور وہ جہالت کا ثبوت دیتے ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: اگر تم ایسے ہی ہو جیسا کہ تم نے بتایا ہے تو گویا تم نے ان پر گرم راکھ ڈالی ہے اور ان کے مقابلہ میں ہمیشہ تمہارے ساتھ اللہ کا ایک مددگار رہے گا، جب تک تم اپنے اس عمل پر قائم رہو گے۔" (رواہ مسلم)

رشتہ داروں کی بدسلوکی کے باوجود ان کی خدمت کرنا اور حسب مرتبہ ادب و احترام اور محبت و شفقت سے پیش آنا، ان کی مدد اور اعانت کرنا، ان کے کام آنا، بیماری میں عیادت کرنا، آرام و راحت میں خوشی کا اظہار کرنا، آتے جاتے رہنا یہی سب تو حسن سلوک ہے، جس کے متعلق اجر و ثواب کا وعدہ اور اللہ کے نزدیک محبوبیت کی علامت ہے، اس سے محسنین کی پہچان ہوتی ہے، معاشرہ میں ہمدردی اور محبت کی فضا قائم ہوتی ہے، کتنی زیادہ فضیلت آئی ہے حسن سلوک کرنے کی اپنے قریبی لوگوں کے ساتھ، کتب حدیث اس سے مالا مال ہے۔

یتیموں، مسکینوں کے ساتھ حسن سلوک:

معاشرہ کے ان کمزور، نادار، ستم زدہ اور گردش زمانہ کے شکار افراد پر سب سے زیادہ بے توجہی ہوتی ہے، اسلام سے قبل تو ان کی کوئی حیثیت ہی نہیں تھی اور ان کو رذیل و ذلیل سمجھا جاتا تھا اور اس ترقی یافتہ دور میں بھی سمجھا جاتا ہے، ان کی حق تلفی سب سے زیادہ ہوتی ہے خاص کر یتیموں پر زیادتی اور ستم ہر دور میں ہوتا رہا ہے چونکہ باپ کا سہارا نہیں ہوتا، اس لئے ان کا کوئی پرسان حال نہیں ہوتا، بلکہ سب موقع کی تلاش میں رہتے ہیں کہ کس طرح ان کے مالوں اور جائیدادوں کو ہڑپ کر لیا جائے۔ قرآن کریم میں بہت ہی تاکید کے ساتھ بار بار یتیموں کے ساتھ انصاف کرنے، حسن معاملہ کرنے اور ان کے مالوں کو ناجائز و باطل طور پر نہ کھانے کی تاکید فرمائی گئی ہے۔ معاشرہ کے غریبوں، ناداروں، کمزوروں، مسکینوں کی مدد کرنے کو کار خیر اور باعث اجر بلکہ ایمان کی پہچان بتایا گیا ہے، ان کو کھلانے پلانے، ان سے ہمدردی کرنے کا حکم دیا گیا، کیونکہ یہ انسانی قدروں اور انسانیت کی علامت ہے۔ دوزخیوں سے فرشتے پوچھیں گے کہ تم کس جرم میں یہاں داخل ہوئے ہو؟ تو ایک جرم یہ بتائیں گے:

"ولم نک نطعم المسکین"

(سورۂ مدثر)

ترجمہ: "اور مسکینوں کو کھانا نہیں کھلاتے تھے۔"

یہ تھی ہماری سخت دلی اور بے رحمی، ہم مسکینوں کو انسان تصور ہی نہیں کرتے تھے کہ ان کے ساتھ صلہ رحمی، حسن سلوک کرتے، ہم تو ان بے سہارا لوگوں پر ہنستے تھے، ان کو ستاتے تھے، ان کا حق مارتے تھے، جبکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"قرابت داروں کو اس کا حق دیا کرو اور مسکین و مسافر کو بھی، یہ ان لوگوں کے لئے بہتر ہے جو اللہ کی رضا کے طالب ہیں۔" (سورۂ روم: ۳۸)

اور فرمایا رب العالمین نے:

"بہرحال یتیم تو اس پر ستم مت ڈھا اور بہرحال سائل تو اس کو دھتکار مت۔"

(سورۂ ضحیٰ: ۹، ۱۰)

"کیا آپ نے دیکھا، اس کو جو جھٹلاتا ہے انصاف کو، سو یہ وہی ہے جو دھکے دیتا ہے یتیم کو، اور نہیں تاکید کرتا محتاج کے کھانے پر۔"

(سورۂ ماعون: ۳، ترجمہ از شیخ الہندؒ)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں: ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ

چھ افراد تھے‘ مشرکین نے نبی اکرم ﷺ سے کہا: ان کو اپنے سے دور کردیں‘ یہ ہم پر جری نہ ہو جائیں‘ ان چھ لوگوں میں ایک میں تھا‘ عبداللہ ابن مسعود ؓ تھے اور حضرت بلال حبشی ؓ اور قبیلہ ہذیل کے ایک صاحب تھے باقی دو کے نام مجھ کو معلوم نہیں‘ اس مطالبہ سے آپؐ کے دل پر جو کچھ گزرنا تھا گزرا اور اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

غرباء‘ مساکین اور یتامیٰ کے ساتھ ہمدردی اور غمگساری اللہ کو کتنی پسند ہے کہ ان کو جھڑکنے‘ ستانے اور ان پر ظلم کرنے سے منع کردیا ہے‘ یہ بے چارے وہ لوگ ہیں جو خود ہی زمانے کی سختیاں جھیل رہے ہیں‘ بھوک و پیاس اور فقر و فاقہ کی شدتیں برداشت کررہے ہیں‘ ان کے ساتھ حسن سلوک کرنے والے‘ ان کمزور و نادار افراد کے ساتھ خیر خواہی کا معاملہ کرنے والے محسنین ہیں‘ انسانیت کا درد رکھنے والے ہیں‘ اللہ کے رسولؐ نے یتیموں کی پرورش کرنے والے کے بارے میں یہ بشارت سنائی ہے‘ جس کی روایت سہل بن عدیؓ نے کی ہے کہ:

’’رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اور یتیم کی کفالت (پرورش) کرنے والے جنت میں اتنے قریب ہوں گے اور آپؐ نے شہادت اور بیچ کی انگلی سے اشارہ فرمایا اور درمیان میں تھوڑا سا حصہ کھلا رکھا۔‘‘ (رواہ البخاری)

ولیمہ کا کھانا بُرا ہے‘ جس میں فقراء نہ ہوں:

بخاری شریف اور مسلم شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سب سے بُرا کھانا ولیمہ کا وہ کھانا ہے‘ جس میں مال داروں کو بلایا جائے اور فقراء و مساکین کو چھوڑ دیا جائے۔

پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک:

رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک اور یتیموں و مسکینوں کے ساتھ خوش معاملگی کے بعد اللہ تعالیٰ نے پڑوسیوں کے ساتھ بھی حسن معاملہ کا حکم دیا ہے اور اس میں قریب اور بعید کے پڑوسیوں کو شامل فرمادیا ہے‘ جس میں مسلم اور غیر مسلم سب داخل ہیں۔

کتنی جامع ترتیب ہے‘ سماج اور معاشرہ کی تشکیل اسی طرح مرحلہ وار ہوتی ہے‘ والدین پھر اولاد سے خاندان بنتا ہے اور جب بڑھتا ہے تو پڑوسی پیدا ہوتے ہیں‘ دائرہ وسیع تر ہوتا ہے تو معاشرہ وجود میں آتا ہے‘ ان میں غریب و نادار بھی ہوتے ہیں‘ یتیم و بیوہ بھی اور خوش و مال دار بھی۔

پڑوسیوں کی اقسام:

قرآن پاک نے دو قسم کے پڑوسیوں کو ذکر فرمایا ہے‘ جن کو ’’والجار ذی القربیٰ‘‘ (قرابت دار پڑوسی) والجار الجنب (دور والے پڑوسی) مگر ان کو عام رکھا ہے‘ خواہ مسلمان ہوں یا مشرک یا یہود و نصاریٰ اگر پڑوسی ہیں تو ان کے ساتھ احسان کرنے کا حکم دیا ہے‘ ان دونوں قسم کے پڑوسیوں کے تین درجے ہیں:

۱:...... وہ پڑوسی جو رشتہ دار بھی ہے‘ مسلمان بھی ہے تو اس کے ساتھ حسن سلوک کے تین درجے ہیں: حق الجار‘ حق رشتہ داری‘ حق الایمان ان کو ترجیح دی جائے گی۔

۲:...... وہ لوگ جو مسلمان ہیں اور پڑوسی ہیں تو ان کے دو حق ہیں: حق الایمان اور حق الجار۔

۳:...... وہ لوگ جو نہ قرابت دار ہیں‘ نہ ہم مذہب ہیں‘ صرف پڑوسی ہیں تو ان کے ساتھ حسن سلوک پڑوسی ہونے کی وجہ سے کیا جائے گا۔

اب اگر آخرالذکر تیسرے نمبر والے پڑوسی کے اعتبار سے باقی پہلے دونوں سے قریب ہے‘ اس کا گھر ملا ہوا ہے تو اس کو خصوصی طور پر عام معاملہ اور روزمرہ کے معمولات میں دونوں پر سبقت حاصل ہوگی‘ اس طرح پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک کرنا صاحب ایمان محسن بندے کے ایمان کا تقاضا ہے اور اللہ کے نزدیک محبوبیت و مقبولیت کا باعث ہے۔ احادیث نبویہ میں پڑوسیوں کے حقوق اور ان کے ساتھ حسن سلوک کرنے کا اتنی شدت اور کثرت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

’’حضرت جبرئیل پڑوسی کے حق کے بارے میں مجھے (اللہ کی طرف سے) برابر وصیت کرتے تھے‘ یہاں تک کہ میں خیال کرنے لگا کہ اس کو وارث قرار دیں گے۔‘‘ (بخاری)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ آدمی جنت میں داخل نہ ہوسکے گا‘ جس کے پڑوسی اس کی شرارتوں اور ایذا رسانیوں سے مامون نہ ہوں۔ (مسلم شریف)

اور دوسری جگہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ شخص مجھ پر ایمان نہیں لایا ہے جو پیٹ بھر کر رات گزارے اور اس کے پڑوسی اس کے بغل میں بھوکے ہیں اور وہ جانتا بھی ہے۔ (طبرانی والبزار)

حسن سلوک کے طریقے و ذرائع:

حسن سلوک ہمہ جہت ہونا چاہئے‘ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر پہلو کو بیان فرمایا ہے جو انسانیت نوازی اور اسلام کی کاملیت پر دلیل ہیں کہ ایک مسلمان کیسے اپنے بھائی کی خبر گیری کرسکتا ہے‘ اس سے ہمدردی کا اظہار کرسکتا ہے‘ طبرانی نے الکبیر میں صحابی رسول حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پڑوسی

کے حقوق تم پر یہ ہیں کہ اگر وہ بیمار ہوجائے تو اس کی عیادت اور خبر گیری کرو' اور اگر انتقال کر جائے تو اس کے جنازے کے ساتھ ساتھ جاؤ' اور اگر قرض مانگے تو اس کو قرض دو' اور اگر کوئی برا کام کر ڈالے تو اس کی خبر گیری کرو' اور اگر اس کو کوئی نعمت ملے تو اس کو مبارکباد دو' اور اگر کوئی مصیبت پہنچے تو تعزیت کرو' اور اپنی عمارت اس کی عمارت سے اتنی بلند نہ کرو کہ اس کی ہوا بند ہوجائے' اور جب تمہارے گھر کوئی اچھا کھانا پکے تو کوشش کرو کہ اس کی مہک اس کے لئے تکلیف کا باعث نہ ہو(کہ بیچارہ خوشبو سونگھ کر پریشان رہے اور یہ لذیذ کھانا اس کو نہ ملے تو تکلیف ہوگی کہ کاش! میرے پاس بھی ایسا کھانا کھانے کی استطاعت ہوتی) مگر یہ کہ تھوڑا سا اس کے گھر بھیج دو۔

حسن سلوک کا یہ اعلان معیار اور اچھے برتاؤ کا اتنا واضح انداز محسنین وصادقین کے لئے پیغام عمل ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کو خوش معاملگی میں کتنا بلند اور عمدہ کردار دیکھنا چاہتے ہیں' یہی وہ طرز عمل تھا جو صحابہ کرامؓ نے اپنے دینی بھائیوں اور پڑوسیوں کے ساتھ اختیار کرکے اللہ کی محبت حاصل کی اور دنیا میں لوگوں کے دلوں کو فتح کیا اور محبت و پیار کا صالح معاشرہ تشکیل دیا' آج ہمارا کیا طرز عمل ہے؟ ایک مسلمان دوسرے پڑوسی مسلمان کے ساتھ کیسا معاملہ کرتا ہے؟ پڑوسیوں میں کتنی دوری اور جھگڑے ہیں' جس سے نفرت وبغض عام ہے اور یہ جھگڑے اس درجہ کے ہیں کہ ایک پڑوسی دوسرے پڑوسی کے مرنے پر اس کے جنازے میں شریک تک نہیں؟ شادی بیاہ کے موقع پر دور دراز کے سینکڑوں لوگ کھائیں گے مگر پڑوس والے کو دعوت نہیں۔

راہ گیروں اور ہم نشینوں سے حسن سلوک:

اسلام اپنے متبعین کو حسن معاملہ کی کن بلندیوں پر دیکھنا پسند کرتا ہے' اس کا اندازہ اس حکم سے کیجئے کہ اس نے مسلمانوں کو ان لوگوں سے بھی حسن معاملہ کرنے کو کہا ہے جو راہ چلتے مل گئے ہیں یا مسافر ہیں' اسی طرح سفر وحضر کے درمیان وقتی طور پر ساتھ ہوگیا ہے تو اسلام نے کہا کہ ان پر بھی اپنے بلند کردار اور اعلیٰ اخلاق کا اثر چھوڑ دو تاکہ جب وہ تم سے جدا ہوں اور اپنے گھروں کو جائیں تو تمہارے لئے ان کے دلوں میں اچھے جذبات ہوں' وہ تمہارے مداح اور ثنا خواں ہوں کہ ایک مسلمان ملا تھا۔ اسلام کی تبلیغ کا اس سے اچھا ذریعہ کیا ہوگا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس حسن سلوک اور اخلاق حسنہ سے اسلام کو غیروں کے دلوں میں اتارا تھا' لحوں میں جو اچھا تاثر اپنے عمل و کردار سے چھوڑا جاسکتا ہے' وہ برسوں کی لمبی لمبی تقاریر اور اعلیٰ پیمانہ کے اصلاحی مضامین سے بھی ممکن نہیں ہے' کوئی بھی دین یا مذہب اس کے متبعین کے کردار سے پرکھا جاتا ہے۔ اس لئے کہ راہ گیر کوئی ہو خواہ مسلمان یا غیر مسلم' اسی طرح ہم نشیں مسلمان ہو یا غیر مسلم' اس کے ساتھ حسن سلوک ایک مسلمان کا شعار وشیوہ ہونا چاہئے۔

اس نفس پرستی اور خودغرضی کے دور میں جبکہ نام نہاد ترقی یافتہ انسان ٹرین' موٹر اور ہوائی جہاز کے سفر میں جس طرح انسانیت سے گری ہوئی ذہنیت کا ثبوت دیتے ہیں' اس کا نتیجہ ہے کہ اب کسی کو کسی پر اعتماد نہیں' دوست بن کر دھوکا دینا' دوران سفر رواداری کا اظہار کر کے لوٹ لینا عام ہے۔

نوبت یہاں تک جا پہنچی ہے کہ اسٹیشنوں' شاہراہوں' ہوٹلوں وغیرہ میں یہ وارننگ بورڈوں وغیرہ پر آویزاں ہوتی ہے کہ اپنے قریب بیٹھنے والے سے ہوشیار رہیں' کسی راہ چلتے ساتھی پر بھروسا کر کے دھوکا نہ کھائیں کیونکہ سفر میں دوست بن کر سامان لوٹ لینے اور بیہوش کر کے رقم وسامان صاف کرنے کے واقعات تسلسل سے ہونے لگے ہیں' کسی کے ساتھ حسن سلوک اب خطرہ کی گھنٹی بن گیا ہے۔

مگر اس دور میں بھی مخلص لوگوں کی کمی نہیں' جو اپنے بلند کردار سے ثابت کردیتے ہیں کہ سب ایسے نہیں جیسا کہ مشہور کردیئے گئے ہیں' مسلمانوں پر اس انحطاط وزوال کے دور میں بھی اچھے ہونے کا یقین باقی ہے' اگرچہ ادھر کچھ سالوں سے مسلمانوں کو دہشت گرد' مجرم اور انتہا پسند مشہور کر کے ان سے لوگوں کو بدظن کرنے کی تحریک عالمی پیمانہ پر چل رہی ہے' لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ مسلمان اللہ ورسول کے حکموں کو چھوڑ دیں' افسوس! کہ اب مسلمانوں کی اکثریت بھی اپنے گھناؤنے کردار سے مخلصین ومحسنین کو بدنام کررہی ہے' مسافر بن کر آپس میں گھل مل کر زبردست نقصان سے دوچار کرنے والوں میں مسلمان بھی شامل ہیں' جو اسلام کی بدنامی کا باعث بھی ہے اور گناہ کا موجب بھی ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص یہ نہ کرے کہ کسی آدمی کو اس کی مجلس سے اٹھا کر پھر خود اس پر بیٹھ جائے' لیکن تم مجلس میں گنجائش پیدا کرو اور کشادگی پیدا کرو۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا معمول تھا کہ جب کوئی آدمی آپ کی خاطر مجلس سے اٹھ کھڑا ہوتا تو اس کی جگہ نہیں بیٹھتے تھے۔ (بخاری ومسلم)

آج کل ایسا کرنا عام بات ہوگئی ہے' بس یا ٹرین میں کوئی بیٹھا ہے' مگر کمزور' غریب ہے تو کوئی سرکاری عہدیدار علاقے کے چودھری صاحب تشریف لائے اور اس کو اٹھا کر وہاں خود بیٹھ گئے اور ایسا تو اکثر ہوتا ہے کہ دو آدمیوں کے درمیان زبردستی جگہ بنا کر بیٹھ جانا معیوب نہیں بلکہ حق سمجھا جاتا ہے' یا کبھی ایسا بھی منظر نظر

آتا ہے کہ پوری جگہ کو ایک صاحب لیٹ کر گھیرے ہوئے ہیں اور دوسرے لوگ کھڑے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''دو آدمیوں کے درمیان اس کی اجازت کے بغیر مت بیٹھو۔'' (رواہ ابوداؤد)

نہ جانے وہ دونوں کیا بات کر رہے ہوں' ان کے درمیان بیٹھ جانا تکلیف اور انقطاع گفتگو کا سبب ہوسکتا ہے' ناگوار گزر سکتا ہے' حسن اخلاق اور حسن ہم نشینی کا ایک مثالی قابل ذکر واقعہ حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا بہت مشہور ہے:

حضرت شیخ الاسلام (مولانا سیّد حسین احمد) مدنی رحمۃ اللہ علیہ تحریک آزادی کے دوران مسلسل اسفار کرتے رہتے تھے' ایک موقع پر ٹرین کا سفر تھا' سامنے والی سیٹ پر کوئی انگریز یا کوئی پنڈت صاحب تھے' اتفاقاً ان کو حاجت کے لئے لیٹرین جانا ہوا' مگر فوراً ناک سکوڑے وہ واپس ہوگئے' ادھر ضرورت کا تقاضا شدید ہے' حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ معاملہ کی نزاکت بھانپ گئے' فوراً اپنی جگہ سے اٹھ کر ٹرین کی لیٹرین میں گئے' وہاں کسی مسافر نے اوپر ہی غلاظت انڈیل دی تھی' حضرت مدنیؒ نے پانی بہا کر اس کو صاف کیا' پھر واپس آکر اپنے ہم نشیں مسافر سے کہا: اب تشریف لے جایئے' وہ ہکا بکا ہو کر اس عظیم انسان کو دیکھنے لگا اور جا کر اپنی ضرورت پوری کی' پورے سفر میں وہ عقیدت و حسرت سے حضرت کو دیکھ رہا تھا' یہ کون فرشتہ ہے' یہ بھی یاد رہے کہ حضرت مدنیؒ کو انگریزوں سے شدید چڑ تھی' اور شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ بھی بہت مشہور ہے' کہیں سفر سے آئے تھے' دیوبند اسٹیشن پر اترے تھے' رات کا وقت تھا' اتنے میں ایک صاحب سامان سمیٹے ڈبہ سے اترے' حضرت کے سادہ لباس سے قلی سمجھا اور سامان اٹھا کر لے چلنے کو کہا' مسافر تھے' اجنبی تھے' جانتے نہیں تھے اور شاید انہیں سے ملنے تشریف بھی لائے تھے۔ ادھر شیخ الہند نے بلاجھجک سامان سر پر رکھا اور دارالعلوم پیدل چل پڑے' جب منزل پر آئے تو لوگوں نے یہ منظر دیکھا اور بڑھ کر حضرت سے سامان لیا' وہ مسافر غرق حیرت میں کہ میں نے کیا حرکت کی' معذرت کرنے لگے' مگر حضرت نے فرمایا کہ بھائی کیا ہوا؟ اچھا ہوا کہ میں آپ کے کام آ گیا۔

جانوروں کے ساتھ حسن سلوک:

آج ترقی یافتہ دور میں جانوروں پر ظلم و ستم کے خلاف عالمی تنظیمیں قائم ہوگئی ہیں' حکومتی سطح پر ان کی حفاظت کرنے اور ان کے شکار کو ممنوع قرار دینے کا قانون بنایا جا رہا ہے' مگر قربان جایئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر جنہوں نے آج سے چودہ سو سال قبل اپنے متبعین کو انسانوں ہی نہیں بلکہ اپنے جانوروں کے ساتھ بھی رحم دلی' حسن سلوک کا حکم دیا اور ان کو ستانے' مارنے پر وعید سنائی ہے' حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایسے اونٹ کے پاس سے گزرے جس کا پیٹ (بھوک کی وجہ سے) اس کی کمر سے لگا ہوا تھا' آپؐ نے فرمایا: لوگو! ان بے زبان جانوروں کے معاملہ میں اللہ سے ڈرو (بھوکا مت مارو) اور جب ان پر سوار ہو تو ٹھیک حال میں ہوں تب سوار ہو اور ٹھیک حالت میں ان کو چھوڑ بھی۔ (ابوداؤد)

آپؐ کی نظر ایک گدھے پر پڑی' جس کے چہرے پر داغ دے کر نشان بنایا گیا تھا تو آپ نے فرمایا: وہ شخص خدا کی رحمت سے دور اور محروم ہے' جس نے یہ بے رحمی والا کام کیا ہے۔ (مسند احمد)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک عورت کو اس لئے عذاب دیا گیا کہ اس نے ایک بلی کو باندھ کر بھوکا پیاسا مار ڈالا تھا' نہ اس کو کھانے کو دیتی تھی اور نہ اس کو چھوڑتی تھی کہ حشرات الارض کھا کر اپنا پیٹ بھر لیتی۔ (بخاری و مسلم)

اور ایک فاحشہ عورت صرف اس لئے نجات پا گئی کہ اس نے ایک پیاسے کتے کو اپنے موزہ میں کنویں سے پانی نکال کر پلایا اور اس کی جان بچائی تھی جبکہ پیاس کی شدت سے کتے کی زبان باہر نکل آئی تھی۔ (بخاری و مسلم)

فاتح مصر حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے جب مصر فتح کیا تھا تو جس جگہ لشکر کا قیام تھا' ان کے خیمہ میں کبوتر کے ایک جوڑے نے گھونسلہ بنالیا تھا اور اپنے بچے تیار کرلئے تھے' جب لشکر روانہ ہونے لگا تو خیمے اکھاڑے جانے لگے جب حضرت عمرو بن العاصؓ کے خیمہ کی باری آئی اچانک ان کی نظر گھونسلہ پر پڑی' تو انہوں نے کہا (ہمارے مہمانوں کو مت ستاؤ) خیمہ یونہی رہنے دو' اس لئے کہ کبوتروں نے گھونسلہ بنالیا ہے' اکھاڑنے سے بے گھر ہو جائیں گے۔ عربی میں کبوتر کے گھونسلہ کو فسطاط کہا جاتا ہے اور اسی وجہ سے مصر میں اس جگہ پر ایک شہر آباد ہوگیا جس کو فسطاط کہا جاتا ہے۔

اللہ کی عبادت ہو' انسانی رشتوں اور معاشرتی رشتوں کے حقوق کی حسن ادائیگی یا جانوروں کے ساتھ حسن سلوک' یہ سب احسان کے شعبے ہیں کہ ان کو جتنے عمدہ طریقے پر کئے ادا کیا جائے گا' اتنا ہی اچھا ہے۔ اللہ ایسا کرنے والوں کو محبوب رکھتے ہیں' اس لئے اس نے پیدا کیا تا کہ دیکھے اور پرکھے کہ کون لوگ حسن عمل کرنے والے ہیں جیسا کہ ارشاد فرمایا:

''وہی اللہ ہے جس نے موت و زندگی پیدا کی تا کہ دیکھے تم میں کون اچھا عمل کرنے والے ہیں۔'' (سورۂ ملک:۲)

☆☆..................☆☆

بمقام **دارالعلوم مدنیہ** رسول پارک ملتان روڈ لاہور

بتاریخ: یکم شعبان تا 19 رمضان المبارک

باسلوب امام شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ محدث دہلوی

دورۂ تفسیر قرآن

- موضوع سور
- دعاوی
- دلائل
- ہر سورۃ کا ماحصل
- سور کا باہمی ربط
- احکام واستنباط
- اعتبار وتاویل
- سیاست امامت وخلافت

پیش آمدہ جدید فقہی مسائل ودیگر اہم مباحث مدنظر ہوں گے

شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا مفتی محمد عیسیٰ خان نہایت شرح وبسط سے پڑھائیں گے انشاء اللہ تعالیٰ

اجمالی تعارف دارالعلوم مدنیہ لاہور

- دارالعلوم مدنیہ کیلئے دسمبر 1975ء میں قطعہ اراضی خرید اگیا۔
- دارالعلوم مدنیہ کی مسجد کا سنگ بنیاد ۳ ذی قعدہ ۱۳۹۷ھ بمطابق 14 اکتوبر 1977ء بروز اتوار وقت کے مشاہیر علماء کرام ومشائخ عظام کے مبارک ہاتھوں رکھا گیا۔
- ابتدائی پانچ سال بانی مدرسہ حضرت مولانا محب النبی صاحب زیدمجدہ تمام تدریسی وانتظامی ذمہ داریاں تنہا سرانجام دیتے رہے۔
- 3 اکتوبر 1981ء کے بعد تقریباً ہر سال طلباء کی کثرت اور درس نظامی کے درجات میں ترقی کے باعث مدرّسین وملازمین میں اضافہ ہوتا رہا۔
- 1996ء، 1417ھ کو شعبان اور رمضان میں دورہ تفسیر کا آغاز ہوا جو مسلسل جاری ہے۔ جس میں علماء، وکلاء، پروفیسر، یونیورسٹیوں کے طالب علم اور درس نظامی کے منتہی طالب علم شریک ہوتے ہیں۔ امتحان میں کامیاب ہونے والے حضرات کو اسناد دی جاتی ہیں۔
- دس سال کی قلیل مدت میں دارالعلوم علمی ترقی کی منازل طے کر کے موقوف علیہ تک جا پہنچا۔
- دارالعلوم میں داخل طلباء کی تعداد تین سو سے متجاوز ہے۔
- دارالعلوم میں مقیم طلباء کو رہائش، طعام، لباس، علاج، درسی کتب، بستر وغیرہ تمام سہولیات مدرسہ کی طرف سے مفت فراہم کی جاتی ہیں۔
- اس وقت مدرسہ میں 19 اساتذہ، 1 سکول ماسٹر، 2 خادم مسجد، ایک ناظم، 3 باورچی، ایک الیکٹریشن اور 2 دربان پر مشتمل 29 افراد کا عملہ کام کر رہا ہے۔
- سالانہ اخراجات کا تخمینہ 34 لاکھ سے زائد ہے۔ تعمیراتی اخراجات اس کے علاوہ ہیں۔ دارالقرآن والے احاطہ میں کمروں کی تعمیر جاری ہے۔
- تمام اخراجات اہل خیر کے تعاون سے پورے ہوتے ہیں۔ مدرسہ کی مستقل آمدنی کا کوئی ذریعہ نہیں اور نہ ہی مدرسہ کی طرف سے کوئی گشتی سفیر اندرون شہر یا بیرون شہر متعین ہے اور نہ ہی مدرسہ کسی حکومتی ادارے محکمہ زکوٰۃ وغیرہ سے تعاون لیتا ہے اہل خیر خود ہی تعاون فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

دارالعلوم مدنیہ کا الحاق وفاق المدارس سے ہو گیا ہے۔

منجانب: اراکین دارالعلوم مدنیہ رسول پارک لاہور فون: 042-7832305 0321-4110310

پہنچنے کا راستہ: یادگار چوک سے مانگا والی ویگن، اسٹیشن سے ویگن نمبر 9 کوکا کولا موڑ، مغرب کی طرف گلی میں

REGD. NO. SS-160

فرما گئے یہ ہادی لانبی بعدی

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام

25 ویں سالانہ دو روزہ عظیم الشان ختم نبوت کانفرنس چناب نگر

21 22 ستمبر 2006 بروز جمعرات جمعۃ المبارک

بمقام مسلم کالونی چناب نگر

کانفرنس کے چند عنوانات

- توحید باری تعالیٰ
- سیرت خاتم الانبیاء
- مسئلہ ختم نبوت
- حیات ونزول عیسیٰ علیہ السلام
- عظمت صحابہ و اہل بیت
- اتحاد امت
- قادیانیت اور اسلام
- قادیانیت کے عقائد وعزائم
- مرزائیوں کی اسلام دشمنی اوران کی دہشت گردی
- رد قادیانیت اور جہاد

جیسے اہم موضوعات پر علماء، مشائخ، قائدین دانشور اور قانون دان خطاب فرمائیں گے

اہل اسلام سے شرکت کی درخواست ہے

کانفرنس کو کامیاب بنانا تمام مسلمانوں کا دینی فریضہ ہے

زیر سرپرستی

شیخ المشائخ خواجہ خواجگان حضرت اقدس مولانا خواجہ خان محمد صاحب مدظلہ العالی

امیر مرکزیہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت

سالانہ رد قادیانیت وعیسائیت کورس مدرسہ ختم نبوت مسلم کالونی چناب نگر میں یکم شعبان تا ۲۵ شعبان منعقد ہوگا (انشاء اللہ)

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ

مسلم کالونی چناب نگر تحصیل چنیوٹ ضلع جھنگ

رابطہ

چناب نگر 047-6212611

ملتان 061-4514122